صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (صحیح بخاری)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز

نماز کی نیت سے لیکر سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے تک ہر حرکت و سکون پر قرآنی آیات اور مستند احادیث کے ٹھوس دلائل کا مجموعہ اور مخالفین کے دلائل کا مسکت جواب دینے کے ساتھ ساتھ اختلافی پہلوؤں میں سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا گیا ہے

ہر حنفی مسلمان کے لئے اپنے موضوع پر مکمل اور تحقیقی کتاب

تالیف

استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی منیر احمد اخون دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز

شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضہم

اخون پبلیکیشنز

DifaSahabah.com

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (صحیح بخاری)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز

نماز کی نیت سے لیکر سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے تک ہر حرکت و سکون پر قرآنی آیات اور مستند احادیث کے ٹھوس دلائل کا مجموعہ اور مخالفین کے دلائل کا مسکت جواب دینے کے ساتھ ساتھ اختلافی پہلوؤں میں سوالات کے جوابات کا مطالعہ کیا گیا ہے

ہر حنفی مسلمان کے لئے اپنے موضوع پر مکمل اور تحقیقی کتاب

تالیف

استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی منیر احمد اخون دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضہم

اخون پبلیکیشنز

DifaSahabah.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام ------- رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز

تاریخ اشاعت ------- اپریل ۲۰۰۹ء

کمپوزنگ ------- بلال انٹر پرائزز 021-6688922

ناشر ------- اخون پبلیکیشنز کراچی۔

ملنے کے پتے

اخون پبلیکیشنز

R-63-64/15، دستگیر سوسائٹی

فیڈرل بی ایریا، کراچی، پاکستان

فون: 021-6314615
021-6312381

بلال انٹرپرائزز

آفس نمبر S-1 جامع مسجد ناظم آباد ۲

انکوائری آفس کراچی۔

021-6688922

امریکہ

195-28 Hillside Ave.
Hollise New York, 11423
U.S.A Ph: 718-468-4982
www.muftimuneer.org
E-mail: muftimuneer@yahoo.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	عرض مؤلف	1
2	نماز کی نیت فرض ہے	1
3	نماز میں قیام فرض ہے	2
4	تکبیر تحریمہ فرض ہے	2
5	نماز کا طریقہ	3
6	تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے	3
7	تکبیر تحریمہ کے وقت عورت سینے تک ہاتھ اٹھائے	4
8	قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا	5
9	مخالفین کے دلائل کا جواب	6
10	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	6
11	مخالفین کے دلائل کا جواب	8
12	تسمیہ	9
13	تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا	11
14	امام ترمذیؒ یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں	15
15	مخالفین کے دلائل کا جواب	16
16	امام نماز میں فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ سورت بھی ملائے	17
17	منفرد فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ اور قرأت بھی کرے	17
18	امام کی قرأت کے وقت مقتدی خاموش رہے	18
19	مخالفین کے دلائل کا جواب	29

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
31	مخالفین سے سوال	20
32	فاتحہ کے بعد آمین کہنا	21
32	آمین آہستہ کہنا چاہیے	22
37	مخالفین کے دلائل کا جواب	23
39	تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ	24
46	غیر مقلد سلفیوں کا آخری حربہ	25
47	حسد کے معنی	26
48	مخالفین سے سوال	27
49	رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا	28
49	رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرنا	29
51	حدیث جابر بن سمرہؓ میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	30
57	مخالفین کے دلائل کا جواب	31
58	سجدہ میں رفع یدین	32
59	دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین	33
60	تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین	34
60	نماز کی ہر رکعت میں رفع یدین	35
61	حاصل کلام	36
64	حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے طریق ملاحظہ ہوں	37
65	حدیث مالک بن حویرثؓ کے طرق	38

DifaSahabah.com

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
68	مخالفین سے سوال	39
69	ترک رفع یدین کے وجوہ ترجیح	40
71	امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مناظرہ	41
75	دو شبہات کا ازالہ	42
80	رکوع کی ھیئت وصورت	43
81	رکوع کی تسبیح	44
82	رکوع اطمینان سے ادا کرنا	45
82	رکوع ناتمام کرنا بدترین چوری ہے	46
83	رکوع کے بعد تسمیع وتحمید کہنا	47
83	مقتدی صرف تحمید کہے	48
83	سجدے میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے	49
84	سجدہ کی فرضیت	50
84	سجدہ انتہائی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے	51
85	سجدہ کی ھیئت وآداب	52
86	سات اعضاء پر سجدہ کرنا	53
86	سجدہ کی تسبیح	54
87	رکوع وسجود وقومہ وجلسہ اطمینان سے ادا کرنا	55
87	عورت کے سجدہ کی کیفیت	56
88	مرد اور عورت کی نماز میں فرق حدیث سے ثابت ہے	57

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
96	عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا	58
101	مخالفین سے سوال	59
102	دو سجدوں کے درمیان بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا	60
102	دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا	61
102	دو سجدوں کے درمیان بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا	62
102	دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں	63
104	مخالفین کے دلائل کا جواب	64
104	دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مانند ادا کی جائے	65
105	دوسری رکعت میں ثناء اور تعوذ نہیں ہے	66
105	دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا	67
105	قعدہ کی ہیئت	68
107	مخالفین کے دلائل کا جواب	69
107	نماز میں عورت کے بیٹھنے کی مسنون صورت	70
109	قعدہ میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے	71
109	تشہد کے الفاظ	72
110	مخالفین کے دلائل کا جواب	73
111	قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھا جائے	74
111	قعدہ میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا	75
116	پہلے ہتھیلی کھلی رکھے اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرے	76

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
117	اشارہ کے سوا انگلیوں کو کوئی اور حرکت نہ دے	77
117	آخری قعدہ میں درود شریف	78
119	نماز میں درود شریف کے بعد دُعا	79
119	نماز کے آخر میں دائیں بائیں مُنہ پھیر کر سلام کہنا	80
121	مخالفین کے دلائل کا جواب	81
121	نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا	82
121	نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا	83
125	مخالفین سے سوال	84
125	ہاتھ اُٹھانا دُعا کے آداب میں سے ہے	85
128	دُعا کا طریقہ	86
129	دُعا کے خاتمہ پر آمین	87
129	مخالفین سے سوال	88
131	مختصر تعارف مولف	89

DifaSahabah.com

عرض مولف

جس طرح قرآن کریم کی تلاوت پوری دنیا میں سات متواتر قرائتوں کے ذریعہ ہو رہی ہے اسی طرح پوری دنیا میں رسول اکرم ﷺ کی سنت پر عمل چار فقہی مذاہب کے ذریعہ ہو رہا ہے۔فقہ دراصل کتاب وسنت کی وہ قابل اعتماد تشریح وتفصیل ہے جو عنداللہ بھی مقبول ہے اور عندالرسول ﷺ بھی۔اس میں صواب پر ''دواجر'' خطا پر ایک اجر ملتا ہے اور عمل عنداللہ مقبول ہوتا ہے ان چار فقہی مذاہب میں فقہ حنفی وہ فقہ ہے جو کتاب وسنت کی پہلی جامع تشریح وتعبیر ہے جو خیر القرون ہی میں مرتب اور مدون ہو کر آج تک شہرت عام اور بقائے دوام کی سعادت سے مشرف ہے اور الحمد للہ ہر زمانے میں امت اسلامیہ کا کم از کم دو تہائی حصہ اسی فقہ کی روشنی میں احادیث طیبہ اور اور سنت نبویہ پر عمل پیرا ہے۔

عروج اسلام کے دور میں یہی فقہ حنفی پوری اسلامی مملکت کا قانون رہی لیکن جب اسلامی حکومت کا زوال شروع ہوا اور انگریز کی حکومت آئی تو اس دور میں ان چار فقہی مذاہب کی تقلید سے آزادی کی گمراہی زور پکڑنے لگی اور جلد ہی یہ آزاد ذہن طبقہ دو فرقوں میں بٹ گیا ایک نے اپنا نام اہل قرآن رکھا اور دوسرے نے اہل حدیث۔چنانچہ ان دونوں فرقوں نے خاص طور پر فقہ حنفی جو عرصے سے اسلامی قانون رہا تھا،کے خلاف تقریر وتحریر سے گمراہ کن پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ فقہ حنفی قرآن وسنت کے خلاف ہے اور فقہ حنفی میں حدیث کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ،اس لئے چند سالوں میں سینکڑوں رسالے اور کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھ کر باقاعدہ سازش کے تحت پھیلائی گئیں جس کا علمائے اہلسنت نے ڈٹ کر جواب دیا کہ فقہ حنفی تو ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر مقدم رکھتی ہے چہ جائے کہ قوی حدیث سامنے ہو تو اس

کے ترک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور کئی مسائل بطور مثال بتلائے کہ مثلاً نماز میں قہقہہ لگانے سے قیاس کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ ایک ضعیف حدیث میں وضو کے ٹوٹنے کا حکم ہے چنانچہ فقہ حنفی نے اس ضعیف حدیث کو مقدم رکھا ہے اور قیاس کو ترک کر کے وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگایا حالانکہ یہ نام نہاد اہلحدیث سلفی طبقہ اس حدیث کو چھوڑ کر آج تک قیاس پر عمل کر رہا ہے اور الزام ترک حدیث اور عمل بالقیاس کا فقہ حنفی پر۔

عوام کی نظر چونکہ پورے ذخیرہ حدیث پر نہیں ہوتی اس لئے وہ اس گمراہ کن پروپیگنڈے کا یا تو شکار ہو جاتے ہیں یا کم از کم فقہ حنفی کے بارے میں کنفیوز رہتے ہیں یہاں تک کہ ارکان خمسہ میں سے اہم ترین رکن نماز ہی کے بارے میں وساوس وشبہات سے متاثر ہونے لگتے ہیں اور ان میں سے مخلصین کی خواہش ہوتی ہے کہ انہیں وہ آیات واحادیث پتہ لگنا چاہییں جن پر عمل کے نتیجے میں ہم حنفی طریقے پر نماز ادا کرتے ہیں اگر چہ اس موضوع پر ایک دو نہیں سینکڑوں عربی، اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں علمائے احناف نے کتابیں اور رسائل لکھ کر امت کی راہنمائی کی ہے اور مخالفین کو دنداں شکن جواب دیئے ہیں اور ثابت کر دکھایا کہ فقہ حنفی الحمدللہ عین قرآن وسنت کے مطابق ایک راہنما اصول ہے جس پر امت اسلامیہ کا سب سے بڑا طبقہ عمل کر رہا ہے۔

احقر ایک عرصے سے امریکہ میں سکونت پذیر ہے اور نیویارک میں ''ویسٹ چیسٹر مسلم سینٹر'' ماؤنٹ ورنن میں بحیثیت ڈائریکٹر مذہبی امور خدمت دین انجام دے رہا ہے چونکہ مغربی ممالک میں نام نہاد اہلحدیث سلفی طبقہ کچھ زیادہ ہی فقہ حنفی کے خلاف لٹھ اٹھائے ہوئے ہے اس لئے ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ ایک مختصر مگر جامع ایسی کتاب مرتب کی جائے جس میں حنفی طریقہ نماز کو قرآنی آیات اور احادیث طیبہ سے نہ صرف مدلل ومزیّن کر دیا جائے بلکہ مخالفین کے دلائل

کا مختصر اور جامع جواب دینے کے ساتھ ساتھ خود ان سے سوالات کا جواب طلب کیا جائے تا کہ وہ موضوع ہر خاص و عام کیلئے واضح اور قابل فہم ہو جائے چنانچہ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز'' کے نام سے یہ ادنیٰ کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتِ خاصہ کے نتیجے میں اس ادنیٰ سعی کو شرف قبول بخشے اور اہل اسلام کیلئے نافع ہو! آمین یارب العالمین۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے خادم خاص یاسر سلیم کا ذکر نہ کروں جس نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں ہر طرح کی خدمات انجام دیں اور اس کام میں سہولت و آسانی کا باعث بنے نیز ڈاکٹر الطاف کریم (پی۔ ایچ۔ ڈی فزکس) جو اس کتاب کے انگریزی ترجمے میں مشغول ہیں انشاء اللہ اس کا انگریزی ایڈیشن بھی ساتھ ہی منظر عام پر آ جائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ ان دونوں کو عافیت دارین اور اخلاص فی الدین سے مالا مال کرے۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ!

منجانب

(مولانا مفتی) منیر احمد اخون عفی عنہ

ڈائریکٹر مذہبی امور

ویسٹ چیسٹر مسلم سینٹر۔ ماؤنٹ ورنن

نیویارک (نارتھ امریکہ)

نماز کی نیت فرض ھے

(1) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انما الْاَعمالُ بِالنِّيَاتِ ٥

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(بخاری ص 2 جلد اول، بقیہ صحاح ستہ، مشکوۃ ص 2)

نیت دِل کے ارادہ کا نام ہے، دل سے جان لے اور سوچ لے کہ (مثلاً) ظہر کے فرض پڑھتا ہوں، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں، البتہ قلب و خیال کی یکسوئی کے لئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ص 232 جلد اول، فتاویٰ عالمگیری ص 65 جلد اول)

نماز میں قیام فرض ھے

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ قُوْمُوْا لِلهِ قَانِتِيْنَ (البقرہ 238)

اور (نماز میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور سکون کے ساتھ کھڑے رہا کرو۔

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَتْ بِیْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِماً فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً ٥

(ترجمہ) مجھے بواسیر کی شکایت تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق عرض کیا (کہ کیسے پڑھوں) آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر قیام کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(بخاری ص 150 جلد اول، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

نوٹ: ریل گاڑی، جہاز وغیرہ میں بھی فرض نماز میں قیام فرض ہے، بغیر مجبوری فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔ہاں البتہ نفل نماز بلاعذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

تکبیر تحریمہ فرض ہے

(4) اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ (المدثر 3)

(ترجمہ) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

(5) وَذَکَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی (الاعلیٰ 87)

(ترجمہ) اور جس نے اپنے رب کا نام لیا، پس نماز پڑھی۔

(6) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِیْمُهَا التَّکْبِیْرُ o

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز کی تحریمہ تکبیر ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی ص 3 جلد اول، دارمی)

نماز کا طریقہ

نمازی روبقبلہ ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے۔

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرفوع حدیث ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّکْبِیْرِ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع کرتے تھے۔

(مسلم ص 194 جلد اول، مشکوٰۃ ص 75)

(8) حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلىَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللهُ اَكْبَرُ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے، قبلہ کی طرف رخ کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے۔

(ابن ماجہ ص 58، آثار السنن ص 81)

تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے

اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں۔

(9) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلىَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر فرماتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے دونوں کانوں کے برابر لے جاتے۔

(مسلم ص 168 جلد اول، مشکوۃ ص 75)

فائدہ:۔ بعض صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر بلند کرتے تھے چنانچہ امام شافعیؒ نے ان مختلف احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں اور انگلیاں

کانوں کے اوپر والے حصوں کے برابر ہوں۔

(نووی شرح مسلم صفحہ 168 جلد اوّل)

علمائے احناف ؒ نے بھی اس تطبیق کو پسند فرمایا ہے، اس پر عمل کرنے سے تمام صحیح احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں:

هو جمعٌ حسنٌ (کہ یہ ایک اچھی تطبیق ہے)

(مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ 256 جلد 2)

(بذل المجہود شرح ابوداؤد صفحہ 1 جلد 2)

تکبیر تحریمہ کے وقت عورت سینے کے برابر ہاتھ اٹھائے

(10) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے

قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلّم اذا صلّیتَ فاجعل یدَیک حذو اُذنیک والمرأة تجعلُ یدَیها حِذاءَ ثدیَیها٥

(طبرانی، کنز العمال صفحہ 175 جلد 3)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تو نماز پڑھے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر کرلے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''التنویر'' میں طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک صفحہ 202 ج 1)

(11) حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت عطاء تابعیؒ، امام زہریؒ، حضرت حمادؒ وغیرہ سے منقول ہے۔

اَنَ الْمَرْاَۃَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا اِلٰی ثَدْیَیْھَا.

(ترجمہ) بے شک عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر بلند کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ 239، بنایہ شرح ہدایہ للمحدث العینیؒ ص602ج1)

قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

(12) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّہ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ وَکَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰیo

(ترجمہ) حضرت وائلؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب نماز میں داخل ہوئے، رفع یدین کیا اور تکبیر کہی، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

(مسلم صفحہ 173 جلد اول، مشکوۃ ص75)

(13) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور مرفوع حدیث ہے۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ قَائِماً فِی الصَّلٰوۃِ قَبَضَ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖo

(ترجمہ) حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

(نسائی صفحہ 141 ج1، ابن ماجہ)

(14) حضرت ہلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاخُذُ شِمَالَه بِيَمِيْنِهٖ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام بنتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ پکڑتے۔

(ترمذی ص 34 ج 1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 76) وقال الترمذی حدیث حسن۔

(15) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ○

(ترجمہ) لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں آدمی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

(بخاری ص 102 ج 1، باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوۃ، موطا امام مالکؒ)

(16) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ○

(ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی اور پہنچے اور بازو پر رکھا۔

(نسائی ص 141 ج 1، ابوداؤد، مسند احمد)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض ضعیف اور موقوف روایات میں ارسال یدین (ہاتھ چھوڑنے) کا ذکر ہے۔ محققین کے ہاں مذکورہ بالا صحیح مرفوع احادیث کے مقابلہ میں وہ حجت نہیں ہے۔

(السعایہ صفحہ 156 جلد 1)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(17) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ ○

(مصنف ابن ابی شیبۃ ص 390 ج 1

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ، اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔ (آ ثار السنن ص 90)

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے متعدد نسخوں میں ہے۔ محدث قاسم بن قطلو بغا ''تخریج احادیث الاختیار شرح المختار'' میں فرماتے ہیں۔

هٰذَ سَنَد جَيِّد

کہ یہ سند عمدہ ہے۔

محدث ابو الطیب المدنی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

هٰذَا حَدِيْث قَوِیّ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ

کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے۔

شیخ محمد عابد السندھی المدنیؒ طوالع الانوار شرح درمختار میں فرماتے ہیں۔

رِجَالُہٗ ثِقَات

کہ اس حدیث کے راوی ثقہ قابل اعتماد ہیں۔

الغرض ان آئمہ محدثین نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔

(بذل المجہود شرح ابوداؤد ص 23 ج 2، تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص 214 جلد اول، آ ثار السنن ص 90)

(18) خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ٥

(ترجمہ) ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا نماز کی سنت ہے۔

(مسند امام احمد ص 100 ج 1، مصنف ابن ابی شیبہ ص 391 ج 1، دار قطنی ص 286 ج 2، سنن بیہقی ص 31 ج 2)

(19) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ٥

(ترجمہ) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(ابوداؤد براویۃ الاعرابی)

علامہ علاؤ الدین المار دینی ابن الترکمانیؒ نے بھی محدث ابن حزم ظاہری کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔ (الجوہر النقی علی البیہقی ص 31 جلد 2 طبع مصر)

مخالفین کے دلائل کا جواب

(i) بعض روایات میں ناف یا سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے لیکن محدثین کے ہاں وہ سب روایات قابلِ اعتراض اور ضعیف ہیں۔

(آثار السنن ص 84-88)

(ii) اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ عورت نماز میں اپنے سینے پر ہاتھ باندھے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَاتفقو عَلی انّ السنّة لهن وضع اليدين على الصدر لانه اَستَرلها.

(السعایہ شرح وقایہ ص156 جلد دوم)

(ترجمہ) آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کا اتفاق ہے کہ عورتوں کیلئے سینے پر ہاتھ رکھنا مسنون ہے کیونکہ یہ صورت ان کے لئے زیادہ باعث ستر و پردہ پوشی ہے۔

شیخ حلبیؒ المتوفی 956ھ نے بھی اس مسئلہ پر اتفاق و اجماع نقل کیا ہے۔ (کبیری صفحہ 301)

سُبحَانکَ اللّٰھُمّ پڑھنا

(20) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَسَبّحِ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْن تقوم (طور 48)

(ترجمہ) اور جب آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے۔

ضحاک تابعیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نماز کے قیام میں سُبحَانکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَ تبَارَک اسمُکَ وتعَالٰی جدُّکَ وَلاَ اِلٰهَ غَیرُکَ پڑھا جائے۔

(سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبۃ، ابن جریر، ابن المنذر، السعایۃ 161 جلد 2، تفسیر در منشور صفحہ 120 جلد 6)

(21) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه علَیهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوة بِاللَّیْلِ کَبَّرَثُمَّ یَقُوْلُ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتبَارَکَ اسْمُکَ وَ تعَالیٰ جَدُّکَ وَلاَ اِلٰه غَیرُکَ.

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے، تکبیر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ سُبحَانکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتبَارَکَ اسْمُکَ وَ تعَالیٰ جَدُّکَ وَلاَ

اِلٰہ غیرُکَ○

(ابوداؤد ص 119 ج 1، ترمذی ص 33 ج 1، نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ ص 108 مسند احمد)

اس حدیث کی سند قوی ہے، محدث الہیثمی، الزوائد صفحہ 265 جلد 2 پر لکھتے ہیں

رِجَالُ اَحمَدَ ثِقَاتٌ

مسند احمد کے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

امام حاکم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح الاسناد

(نصب الرایہ مع الحاشیہ ص 321 ج 2)

محدث طیبی شافعی فرماتے ہیں۔ اِسْنَادٌ حَسَنٌ۔

(مرقات شرح مشکوۃ ص 278 ج 2)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض صحیح احادیث میں کچھ اور دعائیں بھی مروی ہیں، جیسے اِنّـِي وَجهـت وَجْهِـيَ لِلَّذِی فَطَرَ الخ

لیکن خلفائے راشدینؓ کا عمل بالخصوص لوگوں کی تعلیم کے لئے حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کا صحابہ کرامؓ کے سامنے اسے جہر سے پڑھنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل یا آخری عمل سُبحَانکَ اللّٰھُمَّ پڑھنے کا تھا۔ لہٰذا یہ دعا راجح اور افضل ہے۔

(المنتقٰی لابن تیمیہ، فتح القدیر لابن الہمام ص 252 ج 1)

تعوذ

امام اور منفرد نے قرأت پڑھنی ہے، اس لئے وہ ثناء کے بعد قرأت سے پہلے اَعُوذُ بِـاللّٰهِ مِنَ

الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھیں۔

(22) ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط (النحل 16/98)

(ترجمہ) پس جب تم قرآن مجید پڑھنے لگو تو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

(23) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ کَبَّرَ ...... ثُمَّ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کیلئے کھڑے ہوئے تکبیر کہتے...... پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتے۔

(ابوداؤد ص 120 ج 1، ترمذی، مشکوۃ ص 108، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی)

مسند احمد میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے۔ (السعایہ ص 166 ج 2)

فائدہ: تعوذ کے مختلف الفاظ احادیث میں مروی ہیں، سب درست ہیں۔

تسمیہ

(24) حضرت نعیمؒ فرماتے ہیں:

صَلَّیْتُ خَلْفَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَشْبَھُکُمْ صَلٰوۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ o

(نسائی ص 144 ج 1 باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط)

(ترجمہ) حضرت نعیم تابعیؒ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط پڑھی پھر فاتحہ پڑھی جب آپ نے نماز کا سلام پھیرا تو فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم سب سے زیادہ میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہے۔

یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، بیہقی، دار قطنی اور طحاوی میں بھی ہے۔ محدث حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَحِیح عَلیٰ شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ ط

بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(نصب الرایہ ص324 جلد 1)

(25) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ صَلٰوتِهٖ

(دار قطنی ص302 جلد اول)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔

وَ قَالَ الدار قطني اسناد لاباس به.

تسمیہ بالاخفاء کی حدیثیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے وہ بھی قرأت تسمیہ کی دلیل ہیں۔

تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا

(26) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ

بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد للہ رب العلمین o (سورۃ فاتحہ) سے نماز شروع فرماتے تھے۔

(بخاری ص103 ج1، مشکوٰۃ ص79، باب مایقراء بعد التکبیر)

فائدہ: تعوذ وتسمیہ کا نماز میں پڑھنا تو اوپر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعوذ وتسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ آہستہ پڑھتے تھے۔ البتہ جہری نماز میں فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

(27) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

(بخاری ص103 ج1، مسلم ص172 ج1

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اونچی آواز سے) پڑھتے نہیں سنا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ آہستہ پڑھی جاتی تھی جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے۔

(28) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. فِىْ اَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِىْ اٰخِرِهَاo

(مسلم ص 172 جلد اول)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ الحمد للہ رب العلمین ○ سے قرأت شروع فرماتے تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نہ قرأت کے شروع میں پڑھتے تھے اور نہ اس کے آخر میں۔

(29) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی مرفوع حدیث نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور دار قطنی میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

فَكَانُوا لَا يَجْهَرُوْنَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

(30) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نسائی ص 144 جلد اول، ابن حبان اور طحاوی کی ایک روایت میں ہے۔

فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

(ترجمہ) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ میں سے کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔

(31) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ سَمِعَنِىْ اَبِىْ وَ اَنَا اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ اَىْ بُنَىَّ اِيَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّمَعَ عُمَرَؓ وَ مَعَ عُثْمَانَؓ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُهَا○

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں میرے والد صاحب نے مجھے بسم اللہ الرحمٰن

الرحیم ط پڑھتے سنا تو فرمایا اے میرے بیٹے بدعت سے بچو...... اور فرمایا میں نے نبی اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط پڑھتے نہیں سنا۔ (یعنی جہر سے پڑھتے نہیں سنا)

(ترمذی ص 33 ج 1 باب الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نسائی ص 144 ج 1 باب ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط ابن ماجہ ص 59، طحاوی ص 119 جلد اول)

یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی ص 33 ج 1، نصب الرایہ ص 322 جلد اول)

امام ترمذی (رحمتہ اللہ علیہ) یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں

حَدِیثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَیْهِ عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْبَکْرٍؓ وَ عُمَرُؓ وَ عُثْمَانُؓ وَ عَلِیٌّؓ وَ غَیْرُ هُمْ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَ بِهٖ یَقُوْلُ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَ ابْنُ الْمُبَارَکِ وَ اَحْمَدُ وَ اِسْحٰقُ لَا یَرَوْنَ اَنْ یَّجْهَرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قَالُوْا وَ یَقُوْلُهَا فِیْ نَفْسِهٖ.

(ترجمہ) یہ حدیث حسن ہے۔ صحابہؓ و تابعینؒ میں سے اکثر اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔ ان میں سے خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر حضرات بھی ہیں۔ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمدؒ، اسحٰق بن راہویہ بھی اس کے قائل ہیں، یہ سب حضرات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط کے جہر کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نمازی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اپنے دل میں کہے، یعنی آہستہ پڑھے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں نماز میں جہر سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

محدثین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

1۔ جہر والی احادیث مذکورہ بالا صحیح احادیث سے منسوخ ہیں۔

2۔ سند کے لحاظ سے اخفا والی حدیثیں قوی اور راجح ہیں۔

3۔ بعض اوقات لوگوں کو بتلانے کے لئے کہ اس مقام پر یا اس وقت یہ چیز پڑھی جا رہی ہے۔ اخفاء والے امور میں قدرے جہر کر دیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں کبھی کبھی ایک آیت ہمیں سنانے کے لئے جہر سے پڑھتے تھے۔ **يُسْمِعُنَا الْآيَةَ اَحْيَانًا**

(بخاری ص 106 ج 1 باب اذا اسمع الامام الآیۃ، مسلم ص 185 ج 1، باب القرأت فی الظہر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل بصرہ کی تعلیم واطلاع کیلئے **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ** الخ کا جہر ثابت ہے۔

(مسلم ص 172 جلد اول باب حجہ من قال لا یجہر بالبسملۃ)

اسی طرح مذکورہ بالا صحیح حدیث اور خلفائے راشدینؓ کے مسلسل عمل کے قرینہ سے تسمیہ کا جہر بھی کبھی کبھار لوگوں کی تعلیم واطلاع کے لئے تھا۔

(الناسخ والمنسوخ ص 56 للعلامۃ الحازمی، نصب الرایہ ص 361 جلد اول، معارف السنن...... شرح ترمذی ص 368 جلد دوم)

DifaSahabah.com

فائدہ: اپنے دور کے بے بدل محدث جمال الدین زیلعیؒ نے چالیس صفحات پر بسم اللہ کے مسئلہ کی نہایت مفصل، مدلل، محقق بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

(نصب الرایہ ص 323 ج 1 تا ص 363 ج 1)

امام نماز میں فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ سورت بھی ملائے

(32) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَ أُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ من صلوٰة الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ۝

(ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

(بخاری ص 105 ج 1 باب القراۃ فی الظہر، مسلم ص 185 ج 1، مشکوٰۃ ص 79)

منفرد فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ اور قرأت بھی کرے

(33) حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

اِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اِقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَبِمَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَأَ۝

(ترجمہ) جب تو نماز کے لئے کھڑا ہووے اور قبلہ کی طرف رخ کرے تو تکبیر کہہ، پھر فاتحہ پڑھ اور جتنا اللہ چاہے تو قرآن پڑھ۔

(ابوداؤد ص 131 ج 1 باب من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود)

DifaSahabah.com

(34) یہ حدیث مسند احمد صفحہ 340 جلد 4 میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

اِذَا اُستَقبَلْتَ الْقِبلَۃَ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأ بِاُمِّ الْقُراٰنِ ثُمَّ اقْرأ بِمَا شِئتَ○

(نصب الرایہ ص 364 ج 1)

(ترجمہ) جب تُو قبلہ رخ ہووے تو تکبیر کہہ پھر فاتحہ پڑھ پھر تُو جو چاہے قرآن پڑھ۔

امام کی قرأۃ کے وقت مقتدی خاموش رہے۔

امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے

(35) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا قُرِئَ الْقُراٰنُ فَاستَمِعُوا لَہٗ وَاَنصِتُوا لَعَلَّکُم تُرحَمُوْنَ (الاعراف 204)

(ترجمہ) اور جب قرآن مجید پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ آیت خطبہ و وعظ میں نازل ہوئی یا مطلق قرأت کے سلسلے میں اتری یا نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّھَا نَزَلَتْ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ. (کتاب القراۃ ص 73 امام بیہقیؒ)

(ترجمہ) یہ مذکورہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

درج ذیل صحابہؓ و تابعین سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز کے سلسلے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن مسعودؓ (تفسیر ابن جریر ص 103 جلد 9) حضرت ابو ہریرہؓ (دار قطنی)

حضرت عبداللہ بن مغفل (تفسیر ابن مرویہ) حضرت مجاہدؒ (بیہقی) حضرت ضحاکؒ، حضرت نخعیؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت شعبیؒ، حضرت سدیؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن زیدؒ

(تفسیر ابن کثیر ص 281 ج 2)

علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ نے اپنے فتاوے ص 143 جلد 1، میں اور علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے المغنی ص 605 ج 1 میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّهَا نَزَلَتْ فِی الصلوة

(ترجمہ) اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوئی۔

(نصب الرایہ ص 14 جلد 2 مع الحاشیہ)

جمہور مفسرین نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر ابوالسعود، تفسیر خازن وغیرہ میں اسی قول کو راجح قرار دیا گیا ہے کہ آیت کا شان نزول نماز ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں امام بالاجماع قرأت کرتا ہے۔ خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ قرآن مجید کی اس نص قطعی سے واضح ہوا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی پر لازم اور واجب ہے کہ وہ توجہ کرے اور خاموش رہے۔ اِسْتَمِعُوْا اور اَنْصِتُوْا امر کے صیغے ہیں اور علماء اصول کے قول کے مطابق مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

احادیث نبویہ وآثار صحابہؓ نے اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا ہے کہ نماز میں امام کا فریضہ قرأت کرنا اور مقتدی کا فریضہ خاموش رہنا ہے۔

تنبیہ:۔ قرآن کریم کی اس آیت میں بظاہر دو حکم دیئے گئے ہیں ایک فاستمعوا لہ یعنی توجہ سے سننے کا اور دوسرا وانصتوا یعنی خاموش رہنے کا۔ پہلے حکم کا تعلق جہری نماز کے ساتھ

ہے اور دوسرے حکم کا تعلق سری نماز کے ساتھ۔ کیونکہ جہری نمازوں میں امام کی قرأت کو سننا ممکن ہے اس لئے توجہ سے سننے کا حکم دیدیا اور توجہ سے سننے کو خاموش رہنا تو لازم ہے ہی۔

اور سری نمازوں میں امام کی قرأت کو سننا اگرچہ ممکن نہیں لیکن امام قرأت تو یقیناً کر ہی رہا ہے اس لئے خاموش رہنے کا حکم دیدیا گیا۔ یوں یہ آیت سری اور جہری دونوں طرح کی نمازوں کے تقاضے پر پورا اترتی ہے۔

(36) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا.........وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا ۝

(ترجمہ) ”کہ تم میں سے ایک تمہارا امام بنے‘ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو.........اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو“۔

(مسلم ص 174 جلد اول‘ باب التشہد فی الصلوٰۃ)

امام مسلم اس حدیث کی صحت کا اظہار کرتے ہیں‘ بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں اور مشائخ وقت کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا اَجْمَعُوْا عَلَيْهِ.

(ترجمہ) کہ میں نے یہاں (صحیح مسلم میں) صرف وہی حدیث درج کی ہے جس پر مشائخ کا اجماع ہے۔

(مسلم ص 174 ج 1 باب التشہد فی الصلوٰۃ)

درج ذیل محدثین وفقہاء بھی اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں۔ (1) امام احمد بن حنبلؒ (مسند احمد ص 386 ج 2‘ تنوع العبادات ص 86 لابن تیمیہ) (2) امام نسائیؒ (بحوالہ فتح

الملہم ص 22 ج 2 وحاشیہ نصب الرایہ ص 15 جلد 3) (3) محدث منذری (بحوالہ عون المعبود ص 235 جلد اول) (4) مفسر ابن کثیر شافعیؒ (تفسیر ابن کثیر ص 280 جلد 3) (5) امام بخاریؒ کے استاد امام اسحٰق بن راہویہؒ (بحوالہ تنوع العبادات ابن تیمیہ) (6) حافظ ابن حجر شافعیؒ (فتح الباری ص 21 ج 2) (7) علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ (مغنی ص 605 جلد اول) (8) علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (بحوالہ نفحہ العنبر 79) (9) علامہ ابن تیمیہ حنبلی (فتاویٰ ابن تیمیہ ص 412 جلد 2 وتنوع العبادات ص 86) (10) علامہ عینی حنفیؒ (عمدۃ القاری ص 56 جلد 3 شرح بخاری) (11) اہلحدیث کے رہنما علامہ نواب صدیق حسن خانؒ (بحوالہ عون المعبود ص 323 جلد اشرح ابوداؤد) اس حدیث کی صحت کے مزید حوالوں کے لیے فتح الملہم شرح مسلم جلد 2 ص 22 ، معارف السنن شرح ترمذی ص 239 ج 3 نصب الرایہ مع الحاشیہ ص 15 جلد 2 ، فصل الخطاب علامہ انور شاہ کشمیریؒ ص 27 ، احسن الکلام ص 123 جلد اول محقق العصر علامہ محمد سرفراز خان صفدر صاحب ملاحظہ فرمائیں۔

(37) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَاجُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَفَاَنْصِتُوْا ۝

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

(ابن ماجہ ، ابوداؤد ، مصنف ابن ابی شیبۃ ، مسند امام احمد)

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں۔

ھُوَ عِنْدِیْ صَحِیْحٌ. (مسلم ص 174 جلد اول)

اہلحدیث سلفیوں کے رہنما شیخ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں۔

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مِمَّاثَبَتَ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَنِ وَصَحَّحَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ.

(دلیل الطالب ص 294)

(ترجمہ) یہ حدیث اہل سنن کے نزدیک ثابت ہے اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

فائدہ : دراصل مذکورہ بالا صحیح حدیثیں قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآن فاستمعوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی تفسیر وشرح ہیں۔ چنانچہ اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے امام نسائیؒ نے تاویل قولہ عزّ وجلّ وَ اِذَاقُرِئَ الْقُرآن فاستمعوا لَهٗ وَ انصتوا لعلکم ترحمون ط کا عنوان اور باب قائم کر کے حضرت ابوہریرہؓ کی محررہ بالا حدیث ذکر کی ہے۔

(سنن نسائی ص 146 ج 1)

(38) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَاقَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْاo

(کتاب القراۃ للبیہقیؒ ص 92)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (احسن الکلام ص 134 جلد اول)

فائدہ: ان مرفوع صحیح صریح احادیث سے واضح ہوا کہ نماز باجماعت میں قرأت صرف امام کا وظیفہ وفریضہ ہے مقتدیوں کا وظیفہ وفریضہ سننا اور سکوت وخاموشی ہے۔ پھر آیت واحادیث میں امر کا صیغہ ہے۔ (وانصتو) علماء اصول کی تصریح کے مطابق مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ لٰہذا جب امام قرآن پڑھے تو مقتدی پر لازم وواجب ہے کہ وہ توجہ سے سنے اور خاموش رہے۔

(39) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس مقتدی کی قرأت ہے۔

یہ حدیث تقریباً چالیس سندوں سے مروی ہے۔ اس کی بہت سی سندیں صحیح قوی اور معتبر ہیں۔

پہلی قوی سند: امام بخاریؒ کے استاد حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند امام احمد صفحہ 339 جلد 3) اس سند کے متعلق حافظ شمس الدین ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں۔

هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ مُتَّصِلٌ رِجَالُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ

(ترجمہ) یہ سند صحیح متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ اور لائق اعتماد ہیں۔

(شرح مقنع للکبیر بر حاشیہ المغنی ص 11 جلد 2 طبع بیروت)

دوسری قوی سند: امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے استاذ محدث ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی سند سے اس کو مصنف ابن ابی شیبہ ص 377 جلد 1 میں ہدایت کیا ہے۔ اس سند کے متعلق علامہ ماردینیؒ الجوہر النقی ص 159 جلد 2 علی البیہقی پر لکھتے ہیں۔

هٰذَا سَنَدٌ صَحِيْحٌ.

یہ سند صحیح ہے۔

تیسری قوی سند: امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاد محدث احمد بن منیعؒ اپنی سند سے اس کو روایت کرتے ہیں۔ (مسند احمد بن منیع) محقق ابن الہمامؒ اس سند کے تمام راویوں کی توثیق نقل کر کے لکھتے ہیں۔

صَحِيحٌ عَلىٰ شَرْطِ مُسْلِمٍ.

یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(فتح القدیر ہدایہ ص 295 جلد 1)

چوتھی قوی سند: امام مسلمؒ کے استاد عبد بن حمیدؒ نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی ہے جس کے بارے میں مفسر محمود آلوسی بغدادیؒ لکھتے ہیں۔

عَلىٰ شَرْطِ مُسْلِمٍ. (تفسیر روح المعانی پ 9 ص 151)

یہ سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

پانچویں قوی سند: امام محمدؒ نے اپنی کتاب موطا ص 98 میں یہ حدیث صحیح سند سے روایت کی ہے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ص 295 ج 1) نیز یہ حدیث قوی سند سے کتاب الآثار امام محمدؒ، کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ، کتاب القرأت للبیہقی، طحاوی وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

فائدہ: بہرحال حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔ مقتدی کو الگ قرأت کرنے کی نہ صرف ضرورت نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ دراصل اس حدیث میں ایک مسلمہ اصول وضابطہ کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فرد یا جماعت یا ادارہ کا نمائندہ ہو تو نمائندہ کی بات اس شخص یا جماعت یا ادارہ کی بات سمجھی جاتی ہے جس نے اسے نمائندہ قرار دیا ہے۔ بلکہ جماعت میں سے کسی فرد کی مداخلت ممنوع بھی ہے اور انتہائی درجہ کی بدتہذیبی اور گستاخی بھی۔ چنانچہ تمام دنیا کے عقلاء اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے سفارتی، عدالتی اور تجارتی نظام اسی پر چل رہے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی اسی اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد ونمائندہ کی حیثیت سے

بارگاہ رسالت میں قرآن مجید پڑھاتے اور پہنچاتے تھے۔ پورا قرآن مجید تقریباً تئیس سال میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں پڑھا اور پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نمائندہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اس ساری قرأت کو اپنی قرأت قرار دیتے ہوئے جمع متکلم کا صیغہ استعمال فرمایا۔

فَاِذَا قَرَأْنَاهُ (القیامۃ 18)

(ترجمہ) پس جب ہم قرآن کو پڑھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق امام کی حقیقی قرأت مقتدی کی حکمی قرأت ہے اور اس کے لیے کافی ہے اسے خود قرأت کی ضرورت نہیں۔

(40) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کے درمیان آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور امام بنے۔ حضرت ابوبکر مکبّر بنے۔ آگے حدیث کے الفاظ ہیں۔

وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ اَبُوْبَكْرٍ.

(ابن ماجہ ص 88)

(ترجمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قرأۃ شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے۔

مسند احمد ص 209 جلد اول کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

فَقَرَاَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِىْ بَلَغَ اَبُوْبَكْرٍ مِنَ السُّوْرَةِ ۝

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کے اس حصے سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے۔

مسند احمد و ابن ماجہ کی سندیں قوی ہیں۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص 269 ج 5 باب الوصایا)

اس قوی حدیث کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رکعت قرأت فاتحہ کے بغیر ادا ہوئی۔ ذخیرہ احادیث میں اس رکعت کے اعادہ کا کہیں ذکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے اس آخری عمل سے معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز قرأت فاتحہ کے بغیر صحیح ہے جبکہ خود امام بخاریؒ ایک مقام پر اصول لکھتے ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (بخاری ص 96 ج 1)

(ترجمہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو آخری عمل ہوتا ہے اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

آگے اس سلسلے میں چند موقوف آثار ذکر کیے جاتے ہیں۔

(41) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ.

(ترمذی ص 40 ج 1 باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام موطا امام مالکؒ ص 68)

(ترجمہ) جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے یعنی امام کے پیچھے نماز بغیر فاتحہ درست ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ (ترمذی ص 40 جلد اول)

اس سے معلوم ہوا کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بفاتحۃ الکتاب کا حکم امام و منفرد کے لیے ہے مقتدی اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی نماز فاتحہ کے بغیر درست ہے۔

(42) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتباع سنت میں بہت ہی مشہور ہیں، آپ کا قول و عمل صحیح سند سے یوں مروی ہے۔

اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا

صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیَقْرَأْ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَایَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ.

(ترجمہ) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو ضرور قرأت پڑھے اور خود حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے۔

(موطا امام مالک ص 69، دار قطنی ص 154 جلد اول)

اس کی سند صحیح ہے۔ (نصب الرایہ مع الحاشیہ ص 12 ج 2)

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول و فعل دونوں پر مشتمل ہے۔

(43) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

لَاقِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ ۝

(ترجمہ) امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں کسی قسم کی قرأت نہیں ہے۔

(مسلم ص 215 ج 1 باب سجود التلاوۃ، نسائی ص 111 جلد اول)

اس صحیح حدیث میں ہر قسم کی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری مقتدی کے لیے قرأت کی نفی ہے جو کہ فاتحہ اور سورت سب کو شامل ہے۔

(44) حضرت موسیٰ بن عقبہؒ تابعی فرماتے ہیں۔

اِنَّ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْ یَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ ۝

(ترجمہ) حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ امام کے ساتھ قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مسند عبدالرزاق ص 139 ج 2 مرسل قوی بحوالہ عمدۃ القاری شرح بخاری ص 13 ج 6 باب وجوب القرأۃ للامام)

(45) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

مَنْ قَرَأَمَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ.

(ترجمہ) جس شخص نے امام کے ساتھ قرآن پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے۔

(مسند عبدالرزاق ص 138 ج 2 ' مرسل قوی ' مصنف ابی شیبہ ص 376 ج 1 ' دار قطنی ' طحاوی '

عمدۃ القاری ص 13 ج 6)

(46) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِیْ فِیْهِ حَجَرٌ.

(ترجمہ) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے۔ مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو۔

(مسند عبدالرزاق 138 ج 2 ' موطا امام محمد ص 98 ' عمدۃ القاری ص 13 ج 6)

(47) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لَيْتَ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ تُرَابًا.

(ترجمہ) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

(مسند عبدالرزاق ص 138 جلد 2 ' طحاوی، عمدۃ القاری ص 13 ج 6)

(48) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِیْ فِیْهِ جَمْرَةٌ.

(ترجمہ) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے ' مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(موطا امام محمد ص 98 ' جزالقراءۃ ص 11 للامام بخاریؒ، عمدۃ القاری ص 13 ' مصنف ابن ابی

شیبہ ص 376 ج 1)

علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ السعایہ ص 299 جلد 2 اور التَّعْلِيْقُ الْمُمَجَّدُ ص 102 پر فرماتے ہیں

''مذکورہ آثار سے مقصود تہدید ہے۔ یعنی ڈرانا دھمکانا''

جیسا کہ متعدد صحیح حدیثوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دی۔

فَاُحْرِقُ عَلَیْهِمْ بیوتهم ٥

میں ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں گا۔

(بخاری ص 89 جلد 1، مسلم ص 232 ج 1، مشکوٰۃ ص 95 ج 1 باب الجماعت)

اسی طرح مذکورہ بالا آثار میں صحابہ کرامؓ نے بھی قرأت خلف الامام سے ممانعت کے سلسلے میں شدید عنوان اختیار فرمایا ہے، حقیقت مقصود نہیں، بلکہ محض ڈرانا دھمکانا اور ناگواری کا اظہار مقصود ہے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

حضرت عُبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع صحیح حدیث ہے۔

لاَ صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ (صحاح ستہ)

(ترجمہ) کہ اس شخص کی نماز نہیں ہے جس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔

بظاہر اس قسم کی عام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا لازم ہے۔ محققین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

جواب 1:۔ بے شک یہ حدیث عام ہے لیکن دلائل وقرائن کی بناء پر عام کی تخصیص کا قانون سب کے ہاں مسلم ہے۔ قرآن وحدیث میں تخصیص عام کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ارشاد ربانی ہے

ءَ اَمِنْتُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (الملک 14)

(ترجمہ) کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو جس کی حکومت آسمان میں بھی ہے۔
اس آیت کریمہ میں مَنْ کا لفظ عام ہے، لیکن اس سے مراد صرف ذات باری ہے۔
حدیث میں ہے۔

اِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ (بخاری ص1003 ج2)
(ترجمہ) تم سے پہلے لوگ محض اس لئے ہلاک ہوئے کہ الخ

اس حدیث میں مَن کا لفظ عام ہے، اور مراد خاص ہے، یعنی گنہگار لوگ۔
اسی طرح "لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ" اگرچہ عام ہے۔ مگر مذکورہ بالا آیت کریمہ اور صحیح احادیث و آثار کے قرینہ سے اس عام میں تخصیص ہے، اس سے مراد منفرد اور امام ہیں۔ مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے۔
امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی شرح میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ اِذَا کَانَ وَحدَهُ۔

(ترمذی ص42 ج1، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام)
(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ کا معنیٰ و مقصود یہ ہے کہ جب تنہا نماز پڑھے تب فاتحہ ضروری ہے۔ یعنی مقتدی کو یہ حدیث شامل نہیں۔
امام ابوداؤدؒ نے سفیان بن عینیہؒ سے یہی تشریح نقل کی ہے۔
قَالَ سُفْیَانُ لِمَنْ یُّصَلِّی وَحْدَهُ۔ (ابوداؤد ص126 ج1 باب من ترک القراءۃ فی الصلوٰۃ)
جواب2: اور اگر حدیث لَا صَلٰوۃ کو عام رکھا جائے اور کہا جائے کہ یہ مقتدی کو بھی شامل ہے تو پھر آیت کریمہ و اذا قُرِئَ القرآن الخ اور حدیث مرفوع مَنْ کَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَهُ

قِـرَاءَ ۃٌ کی دلالت سے قرأت کو عام تسلیم کرنا ہوگا کہ قرأت حقیقی ہو یا حکمی، مقتدی کیلئے آیت وَ اِذَا قُـرِئَ الْقُرْآنُ اور صحیح حدیث وَ اِذَا قَـرَأَ فَـاَنْصِتُوا کی وجہ سے قرأت حقیقی ممنوع ہے۔ لیکن صحیح حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَ ۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَ ۃٌ کی بناء پر قرأت حکمی اس کیلئے کافی وافی ہے۔

مخالفین سے سوال

(i) ایک صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری نمازیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے ادا فرمائی تھیں، ان میں آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی تھی؟ بلکہ ہماری پیش کردہ حدیث نمبر 39 سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی مرض الوفات کی آخری نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے ادا ہوئی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ نہیں ہے۔

(ii) ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ جو مقتدی رکوع میں ملے اور اس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کو رکعت کا دہرانا فرض یا واجب ہے؟

(iii) ایک صریح آیت یا صحیح صریح حدیث پیش کریں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض و واجب ہے جو نہ پڑھے اسکی نماز باطل ہے اور باقی 113 سورتوں میں سے کوئی سورت امام کے پیچھے پڑھنا منع اور حرام ہے؟

(iv) حدیث میں آیا ہے کہ لاجُمعۃَ اِلّا بخطبۃِ (خطبے کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا) کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہر ہر شخص الگ الگ اپنا خطبہ پڑھے گا یا امام کا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا، اگر خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے تو بعینہ یہی الفاظ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب والی حدیث کے ہیں کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی تو پھر خطبہ کی طرح امام کی فاتحہ سب مقتدیوں کی طرف سے ادا کیوں نہیں ہوتی؟

DifaSahabah.com

فاتحہ کے بعد آمین کہنا

(49) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا ۝

(بخاری ص 108 جلد اول وباقی صحاح ستہ، مشکوٰۃ ص 79)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔

آمین آہستہ کہنا چاہئے

(50) حضرت عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اٰمِیْنُ دُعَاء۔

(بخاری ص 107 جلد اول)۔

آمین دعا ہے۔

اور دعا کا اصول وقاعدہ اخفاء ہے۔

(51) ارشاد ربانی ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ط

(ترجمہ) عاجزی کے ساتھ اور آہستہ اپنے رب سے دعا کیا کرو۔

(52) دوسرے مقام پر ارشاد رحمانی ہے۔

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا (مریم آیت نمبر 3)

(ترجمہ) جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

مشہور مفسر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہونے کے باوجود آمین آہستہ کہنے

کے مسئلہ میں حنفیہ کے موافق وہمنوا ہیں۔ اور اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے حنفیہ کا استدلال بہت قوی اور صحیح ہے۔

قَالَ ابو حنیفة رحمته الله تَعَالیٰ اخفاء التامین افضل و قال الشافعي رحمته الله تعالیٰ اعلانه افضل و احتج ابو حنیفه رحمته الله تعالیٰ علی صحة قوله قال فی قوله اٰمین وجهان احد هما انهٗ دعاء والثانی انه من اسماء اللّٰه تعالیٰ فان کان دُعَاءً وَجَبَ اخفائه لِقوله تعالیٰ اُدعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَةً وان کان اسماً من اسماء الله تعالیٰ وجب اخفائه لِقوله تعالیٰ وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِی نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّخِیفَةً فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیة ونحن بهذا القول نقول.

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو“ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے“ پس اگر وجوب ثابت نہ ہو تو کم از کم استحباب وافضلیت تو ثابت ہوگئی اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں۔

(53) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فَرَفَعُوْا اَصواتَهُمْ بِالتَّکْبِیْرِ اَللّٰهُ اَکبَرُ اَللّٰهُ اَکبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِربَعُوْا عَلیٰ اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِباً

اِنکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَهُوَ مَعَکُمْ الخ

(ترجمہ) (کہ غزوہ خیبر سے واپسی پر...... لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو، تم بہری اور غائب ہستی کو تو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم تو اس ہستی کو پکار رہے ہو، جو قریب ہے سننے والی ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ (لہٰذا تمہاری پکار ودعا آہستہ ہونی چاہیے۔)

یہ حدیث بخاری شریف کے متعدد ابواب میں مروی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الجہاد، ص 605 جلد 2، کتاب الدعوات، کتاب القدر، کتاب التوحید اور مسلم ص 346 جلد 2 کتاب الذکر، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد

(54) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ ۝

(مسند احمد ص 172 ج 1، و ص 180 ج 1 و ابن حبان والبیہقی فی شعب الایمان)۔

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بہتر ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو۔

امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔ (الجامع الصغیر ص 8 ج 2)

علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔ اسکی سند صحیح ہے۔ (السراج المنیر ص 262 ج 2، طبع مصر)

(55) ایک اور حدیث میں ہے۔

خَیْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِیُّ ۝

(ترجمہ) کہ سب سے بہتر دعا آہستہ دعا ہے۔

(صحیح ابن حبان، فتح الملہم ص 52 جلد 2 شرح مسلم)۔

قرآن وحدیث کی ان ہدایات کی روشنی میں دعا کا اصول وادب اخفا ہے۔ البتہ جہاں

پر شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دعا کے جہر کی تعیین کر دی جائے تو وہاں پر جہر ہی مطلوب ہوگا۔

(56) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْن وَ اَخْفٰی بِھَا صَوْتَہٗ ○

(ترمذی 34 ج 1، ابو داؤد طیالسی، دار قطنی، مستدرک حاکم، مسند احمد، مسند ابو یعلیٰ، طبرانی، کتاب القراءت للحاکمؒ)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو فرمایا آمین اور اس میں اپنی آواز کو پوشیدہ کیا یعنی اونچی آواز سے آمین نہیں کہا۔

محدث حاکمؒ فرماتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے۔ صحیح الاسناد (نصب الرایہ ص 369 جلد اول، عمدۃ القاری شرح بخاری ص 50 جلد 6)

(57) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّہٗ حَفِظَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَکْتَتَیْنِ سَکْتَۃً اِذَا کَبَّرَ وَ سَکْتَۃً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَۃِ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ ○

(ترجمہ) حضرت سمرۃ بن جندبؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کیے ہیں۔ ایک جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ فرماتے دوسرا جب آپؐ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی قرأت سے فارغ ہوتے۔

(ابوداؤد ص 120 جلد اول باب السکتۃ عند الافتتاح، ابن ماجہ، مسند دارمی نحوہ، مشکوٰۃ ص 77)

اس کی سند قوی ہے۔علامہ قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ ص280 ج2 پر لکھتے ہیں۔

قَالَ ابن حجر رواہ ابو داؤد و سندہ حسن بل صحیح

(ترجمہ) ابن حجرؒ فرماتے ہیں اسکی سند حسن بلکہ صحیح ہے۔

اس قوی مرفوع حدیث میں دو سکتوں کا ذکر ہے۔ پہلا سکتہ ثناء و دعا کیلئے تھا اور دوسرا سکتہ آمین کیلئے بس اسی سکتہ اور خاموشی میں آمین اور ثناء آہستہ کہتے تھے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص280 جلد2)

(58) حضرت ابووائل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ یَکُنْ عُمَرٌ وَ عَلِیٌّ یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَلَا بِاٰمِیْنَ o

(ترجمہ) حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اور آمین میں جہر نہیں کرتے تھے۔

(تہذیب الآثار لابن جریر، شرح معانی الآثار للطحاویؒ ص150 ج1، عمدۃ القاری شرح بخاری ص52 ج6)

(59) خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

اَرْبَع یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم ط وَاٰمِیْن وَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ o

(ترجمہ) امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اور آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد۔

(کنز العمال ص249 ج4، محلی ابن حزم، فتح الملہم شرح مسلم ص52 ج2، معارف السنن شرح ترمذی ص413 ج2)

فائدہ: مفسر طبریؒ فرماتے ہیں۔ آمین بالجہر اور آمین بالاخفاء دونوں ثابت ہیں، لیکن آمین

بالاخفاء راجح ہے، وجہ ترجیح یہ ہے۔

اِذْ کَانَ اَکْثَرُ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ ط

(ترجمہ) کیونکہ اکثر صحابہؓ و تابعینؒ اسی اخفاء پر عمل پیرا تھے۔

(الجوہر النقی علی البیہقی ص 58 جلد دوم)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ محققین نے مذکورہ بالا دلائل اور احادیث و آثار کے قرینہ سے ان احادیث کے جواب دیئے ہیں۔

نمبر 1 بعض اوقات لوگوں کو تعلیم کے لئے جہر کیا گیا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام پر آمین کہی جاتی ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس جواب کی تائید ہوتی ہے۔

(60) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ اٰمِیْن حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَّلِیْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ o

(ابو داؤد ص 143 ج 1، ابن ماجہ)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سنتے۔ (دور تک سب نہ سنتے)

(61) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فَقَالَ اٰمِیْن مَا اُرَاهُ اِلَّا لِیُعَلِّمَنَا o

(کتاب الاسماء والکنی ص 197 جلد اول، للحافظ ابی بشر الدولابی)۔

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہر سے) آمین فرمایا میرے خیال میں آپ ہمیں

تعلیم دینا چاہتے تھے (اس لئے جہر کیا)۔

یہ حدیث مذکورہ توجیہہ کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن قیم حنبلیؒ زادالمعاد میں فرماتے ہیں کہ عہد نبوت میں مقتدیوں کی اطلاع کے لئے قابل اخفاء امور کا بعض اوقات جہر کیا جاتا تھا۔

وَ مِنْ هٰذَا اَيْضًا جَهْرُ الْاِمَامِ بِالتَّامِيْنِ ۝

(ترجمہ) اور انہی امور میں سے امام صاحب کا جہر سے آمین کہنا بھی ہے۔

جیسا کہ پہلے تسمیہ کے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ لوگوں کی اطلاع وتعلیم کے لئے قابل اخفاء امور کا جہر واظہار بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً ظہر یا عصر کی نماز میں قرأت کا جہر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(بخاری ص 105 جلد اول وص 107 ج 1 ومسلم ص 185 جلد اول)

خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا سبحانک اللھم جہر سے پڑھنا۔ (مسلم ص 172 جلد اول)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ میں (بغرض دعا) فاتحہ جہر سے پڑھنا۔

(نسائی ص 281 جلد اول)

حضرت ابو ہریرہؓ کا اعوذ باللہ جہر سے پڑھنا۔ (کتاب الام ص 93 جلد اول امام شافعیؒ)

تو آمین کا جہر بھی اسی باب میں داخل ہے۔

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص 52 ج 2، معارف السنن شرح جامع ترمذی ص 406 جلد دوم)

نمبر 2: دوسرا جواب یہ ہے کہ جہر کی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یا ابتدائی دور پر محمول ہیں۔ آخری دور کا عمل اور راجح عمل آمین کا اخفاء ہے۔ جس کو حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ

اور جمہور صحابہؓ و تابعینؒ نے اختیار کیا ہے۔

احقر کے استاد محترم مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑویؒ تحقیق مسئلہ آمین کے تحت غیر مقلد سلفیوں کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ:

غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

1- قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے کہ مقتدی صرف چھ رکعتوں میں امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

2- آنحضرت ﷺ کی ایک بھی قولی حدیث نہیں ہے جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتداء میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

3- صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں ایک بھی حدیث صحیح یا حسن ایسی نہیں ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ آنحضرت ﷺ کے مقتدی آپ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

4- خلفاء راشدینؓ سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتداء چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے راشدینؓ کے مقتدی ان خلفاء کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ جب قرآن ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا اور بخاری و مسلم نے بھی ان کو دھتکار دیا ہے، باقی اصحاب صحاح نے بھی ان یتیموں اور مسکینوں کو لاوارث قرار دیدیا ہے تو آخر یہ کس بھروسے پر مسلمانوں میں سر پھٹول کرا رہے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے ان کے ایک بہت بڑے مولوی سے پوچھا کہ مقتدیوں کی آمین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی صریح حدیث ہے؟ انہوں نے فرمایا بخاری و مسلم وغیرہ میں تو کچھ نہیں صرف ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ترک الناسُ التامین سب لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے اور رسول پاک ﷺ جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین کہتے تھے، یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے پھر مسجد گونج جاتی تھی۔ (ابن ماجہ ص 61) میں نے کہا یہاں مقتدی آپ نے کس لفظ سے سمجھا؟ اس نے کہا یہاں مقتدی کا لفظ صراحتاً تو موجود نہیں لیکن مسجد کے گونجنے سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ یہ مقتدیوں کی آواز ہی سے گونج پیدا ہوتی تھی۔

میں نے کہا آپ کے نزدیک تو قیاس کرنا شیطان کا کام ہے، آپ نے یہ شیطانی کام کرکے اپنی اجتہادی شان کو داغدار کر لیا ہے۔

پھر یہ جملہ جس پر آپ نے یہ قیاس کی عمارت کھڑی کی ہے خود بے بنیاد ہے اور عقل و نقل اس کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں، ذرا سنیئے۔

1- یہی روایت ابوداؤد ج 1 ص 94 اور مسند ابویعلی، آثار السنن ج 1 ص 94 پر بھی موجود ہے مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں ہے۔

2- اس کی سند کا راوی بشیر بن رافع ہے۔ میزان الاعتدال ج 1 ص 147، پر امام بخاریؒ، امام احمدؒ، احمد ابن معینؒ، امام نسائیؒ سے اس کا ضعیف ہونا نقل کرکے پھر ابن حبان سے تو یہ نقل کیا ہے کہ یروی اشیاء موضوعۃ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا اور علامہ ابن عبدالبرؒ

نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایات کا شدت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

3- اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؓ ہے جو مجہول ہے۔ کیا اس جھوٹی اور بناوٹی روایت کے بل بوتے پر سارا فساد وعناد برپا کیا جارہا ہے۔

4- یہ جملہ قرآن پاک کے صراحتاً خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی لیکن آپ کے خلاف میں مقتدیوں کی آواز آنحضرت ﷺ کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لاترفعو اصواتکم فوق صوت النبی یعنی اپنی آواز کو نبی پاک ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو ورنہ تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔ اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ خاص طور پر مسجد میں اور خاص حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے اور اپنی نمازوں کو برباد کردیتے تھے۔

5- اس جھوٹی روایت میں مسجد نبویؐ کے گونجنے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے۔

الغرض آپ نے اس جملے پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تھی اس کا یہ حال ہے کہ قرآن کی بارگاہ میں اس جملے کا گزر نہیں ہوسکتا، عقل نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔

6- اب یہ بھی سنئے کہ خودغرضی اور مطلب پرستی کے تحت جناب نے قرآن کو چھوڑا، علم و عقل سے منہ موڑا۔ سب صحابہؓ کی نمازوں کو برباد مان لیا لیکن دیکھو اب یہی جھوٹی روایت کس طرح تمہارا منہ بند کرتی ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ تَرَکَ النَّاسُ التَّامِینَ لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے کیونکہ آپ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر کے ثبوت ہی میں پیش کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس جملے سے ایک متنفس کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا وصال 59ھ میں ہوا ہے اور آپ نے خلافت راشدہ کو بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور کبار تابعین میں سے ایک شخص بھی بلند آواز سے آمین نہ کہتا تھا کیونکہ صحابہؓ کا دور 90ھ تک عام ہے اور اس وقت لوگ صحابہؓ یا تابعین ہی تھے۔

7- میں نے پوچھا کہ تمام ذخیرہ حدیث سے یہ ایک جھوٹی روایت آپ نے پلے باندھی تھی لیکن افسوس ہے کہ یہ چھ رکعت اور گیارہ رکعت کی تفصیل اس میں بھی نہیں، یہ آپ نے کہاں سے لیا کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعت میں آہستہ۔

اب اس شخص کی حالت قابل دید تھی، شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ میں نے دو تین بار جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھا کہ حضرت کچھ تو فرمایئے، آخر نہایت شرمسار ہو کر کہنے لگا کہ جناب اس بارے میں ہمارا قیاس ہے۔ میں نے کہا کہ قیاس تو کارِ شیطان ہے، آپ سارا قرآن اور ساری حدیثیں قیاس کے رد میں پڑھ جایا کرتے ہیں۔ آخر آج یہ کیا قصہ ہے، خیر بتایئے کہ قیاس سے کیسے ثابت ہوا کہ مقتدی چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کہے اور گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے؟

تو اس نے کہا کہ جناب ہمارے قیاس میں آمین قرآن پاک کے تابع ہے۔ اگر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھا جائے تو آمین بھی بلند آواز سے کہی جائے گی اور جب قرآن پاک آہستہ پڑھا جائے گا تو آمین بھی آہستہ کہی جائے گی۔

میں نے کہا بہت خوب، کسی نے خوب کہا ہے کہ جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ٹھینگا

باجے، محترم یہ تو بتائیے کہ کیا آپ کے مقتدی امام کے پیچھے قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں؟ کہنے لگا نہیں، میں نے کہا جب وہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں تو آپ کے قیاس کے مطابق بھی ان کو آمین آہستہ آواز میں کہنی چاہیے، اب تو اس پر سکتہ طاری تھا، کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں نے کہا یہ ہے مقلدوں کی مار کہ ان سے ڈر کر قرآن سے منہ موڑا، عقل کو چھوڑا، صحابہؓ کی نمازوں کو برباد بتایا، شیطان کی خایہ بوسی بھی کی مگر مقلدین کے سامنے اجتہاد بے گور وکفن تڑپ رہا تھا اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ملتا تھا اور **فبھت الذی کفر** کا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔

ایک دوسرے مجتہد صاحب سے گفتگو ہوئی، میں نے پوچھا جو مقتدیوں کو آپ امام کی اقتداء میں چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کا حکم دیتے ہیں اور گیارہ رکعات میں آہستہ آمین کا، یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے یا رسول اللہ ﷺ کا، کہنے لگا یہ نہ خدا کا حکم ہے نہ رسول کا، میں نے کہا کیا آنحضرت ﷺ کے مقتدی ایسا کرتے تھے یا خلفائے راشدینؓ کے مقتدی؟ کہنے لگا ان سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میں نے کہا آخر یہ مقتدیوں کو مسئلہ کہاں سے بتایا؟ اس نے کہا صحیح بخاری میں ہے **امّن ابن الزبیرؓ وامّن مَن خلفه حتی انّ للمسجد للجة** (ص18 ج1) کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے آمین کہی اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی۔ یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ میں نے کہا یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے مقتدیوں سے اس طرح چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں ہوسکا۔ خلافت راشدہ کا دور ختم ہونے کے کئی سال بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خیر آپ پہلے یہ بتائیں کہ بخاری میں اس روایت کی کوئی سند ہے؟ کہنے لگا نہیں، بخاری نے اگرچہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی لیکن امام بخاریؒ کی تعلیقات حجت ہیں کیونکہ ہمیں ان کی علمی مہارت پر کلی اعتماد ہے۔ میں نے کہا یہی اعتماد تو تقلید ہے، افسوس ہے کہ آپ کا اجتہاد اتنا سخت جان ہے کہ شرک کی دلدل میں پھنس کر بھی اس

کی توحید میں فرق نہیں آتا۔

پھراس میں صرف ایک وقت کا ذکر ہے اوراس سے سنت کیسے ثابت ہوگی اوراس میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ یہ آمین نماز کے اندر تھی یا نماز کے بعد اور اگر نماز کے اندر تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد تھی یا قنوت نازلہ کے وقت جب اس میں اتنے احتمالات ہیں تو استدلال کیسا؟

پھر کیا آپ کے نزدیک قرآن وحدیث کو چھوڑ کر ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی جائز ہے یا شرک اور اگر جناب نے ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی کر لی ہے تو وہ تو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ عیدین میں اذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی (معارف السنن ص 460 بحوالہ تہذیب الآثار طبری) بلکہ طحاوی شرح معانی الآثار ج 1 ص 147 ابن ابی شیبہ ج 1 ص 98 میں ہے کہ وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے (ص 120 ج 1) نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

کہنے لگا عطا نے دوسو صحابہؓ کو آمین کہتے دیکھا، میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطا کی ملاقات دوسو صحابہؓ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت کسی ایک شہر میں دوسو صحابہؓ موجود ہوں۔

ازاں بعد جب خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں 20 رکعت تراویح شروع ہوئیں اس کو تو آپ بدعت کہتے ہیں تو اب ابن زبیرؓ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مشرک کیوں بنتے ہو؟

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے کہ چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے کہ کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے، کبھی بدعت کی وادی میں بھٹکے، کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آنحضرت ﷺ کے مقتدیوں سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدینؓ کے مقتدیوں سے۔

آخر جب اسے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا چونکہ امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہے اس لئے مقتدیوں کے مسئلے کو ہم نے اسی پر قیاس کرلیا ہے۔ میں نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ آخر کار آپ کے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آ کر ٹوٹتی ہے۔ تقریروں اور تحریروں میں اس کو کارِ شیطانی کہا جاتا ہے اور اندرون خانہ قیاس کے سامنے سجدے کئے جاتے ہیں۔

اچھا یہاں قیاس کس طرح فرمایا ہے؟ کہنے لگے جب امام بلند آواز سے کہتا ہے، مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنی چاہئے۔

میں نے کہا اولاً تو امام کیلئے بھی یہ ثابت نہیں تو بناء قیاس ہی غلط ہے، دوسرے یہ کہ امام تو تمام تکبیرات بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ **سمع اللہ لمن حمدہ** بھی بلند آواز سے کہتا ہے، **السلام علیکم ورحمة اللہ** بھی بلند آواز سے کہتا ہے تو جناب کے قیاس میں مقتدی کو بھی یہ سب کچھ بلند آواز سے کہنا چاہئے۔ اب تو مجھے کہنا پڑا:

در
کفر
ہم
ثابت
نہ
ای
زنار
را
سوا
مکن

(تجلیاتِ صفدر ص 132 جلد سوم)

مولانا اوکاڑویؒ اسی مسئلہ آمین کی تحقیق میں آخر میں فرماتے ہیں:

غیرمقلد سلفیوں کا آخری حربہ

غیر مقلدوں کا جب چاروں طرف سے ناک میں دم ہو جاتا ہے، مسند اجتہاد سنسان ہو جاتی ہے تو پھر گالیوں پر اتر آتے ہیں، کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ جو آمین بالجہر نہیں کہتا وہ یہودی ہے، یہودی آمین بالجہر سے جلتے ہیں، حسد کرتے ہیں۔

حالانکہ جس طرح پہلی باتیں جھوٹ ہیں، یہ بھی بالکل جھوٹی ہے۔ اولاً تو ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت میں طلحہ بن عمرؒ جو سخت ضعیف ہے (دیکھو تہذیب التہذیب ج 5 ص 25 اور نیل الاوطار ج 2 ص 229)

حدیث عائشہ بھی ضعیف ہے پھر اس میں آمین کے ساتھ سلام اور "ربنا لک الحمد" کا بھی ذکر ہے۔ دیکھو بیہقی سنن کبریٰ ج 2 ص 56 بلکہ تو رقبلہ کا بھی ذکر ہے (مجمع الزوائد ج 1 ص 148)

تو غیر مقلدین جو سلام اور "ربنا لک الحمد" بلند آواز سے نہیں کہتے وہ کم از کم 2/3 یہودی تو ہو گئے اور اگر اکیلے نماز پڑھیں تو پھر تو آمین بھی آہستہ کہتے ہیں تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ رہا۔

اصل بات یہ ہے کہ حسد کیلئے صرف علم ضروری ہے، جہر ضروری نہیں "ربنا لک الحمد" آہستہ کہا جاتا ہے مگر یہود کو علم ہے تو حسد کرتے ہیں۔

دیکھو ہم اہلسنت والجماعت آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں تو غیر مقلدین یہودیوں سے بھی زیادہ جلتے ہیں کیونکہ یہودیوں نے نہ کبھی آمین کہنے والوں کو مناظرے کا چیلنج دیا، نہ ان کے خلاف رسالے لکھے، نہ ان کی مسجدوں میں فتنہ فساد کھڑا کیا۔ اس کے برعکس حنفی جب آمین آہستہ کہتے ہیں تو دیکھو غیر مقلدوں کو کتنا حسد ہوتا ہے، تقریریں کرتے ہیں، رسالے لکھتے ہیں، گالم گلوچ اور دنگا فساد پر اتر آتے ہیں۔

حسد کے معنی

حسد کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ محسود (جس سے حسد کیا جائے) میں کوئی ایسا کمال ہو جو حاسد میں نہ ہو اس لئے حاسد کی قسمت میں صرف جلنا ہی رہ جاتا ہے اور بس اور حسد کے آثار یہ ہیں کہ محسود کے خلاف پروپیگنڈہ کرے، گالم گلوچ پر اتر آئے۔

اب بتایئے کہ آمین بالجہر میں کون سی خوبی اور کمال ہے یا زیادہ ثواب ہے کہ حنفی غیر مقلدوں پر حسد کریں یا تو وہ ثابت کر دیتے کہ آمین بالجہر پر حضور اکرم ﷺ نے مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اب وہ ثواب حنفیوں کو نصیب نہیں ہوتا اس لئے ہم پر جلتے ہیں۔

جب وہ جہر ثابت نہ کر سکے تو اب حنفیوں کو حسد کرنے کی کیا ضرورت! ہاں البتہ احناف جو آہستہ آمین کہتے ہیں، اس میں ان کو فرشتوں کی موافقت نصیب ہوتی ہے اور اس پر مزید ثواب کا وعدہ بھی ہے کہ سب پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور قرآن پاک سے آہستہ دعا پر خدا کی رحمت کا تذکرہ ملتا ہے اور ایک روایت سے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر خلفائے راشدینؓ کی موافقت کا اجر بھی مزید ہے تو احناف کی آمین پر حسد کیا جا سکتا ہے۔

یہود بھی اگر حسد کریں گے تو حنفیوں کی آمین پر کہ صرف زبان ہلانے سے فرشتوں کی موافقت، نبی کی موافقت، گناہوں کی معافی، خدا کی رحمت اور ستر گنا ثواب ان کو مل رہا ہے چنانچہ سلام اور "ربنا لک الحمد" پر بھی ان کا حسد ہے حالانکہ سب آہستہ کہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کی آمین پر یہودی کیا حسد کریں گے جو ستر گنا ثواب سے محروم ہیں فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں اور اکثر امت کے نزدیک دعا و ذکر بالجہر بدعت ہے اس میں بدعت کا شبہ ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کے فرمان انکم لاتدعون اصم لا غائبا (بے شک تم بہرے گونگے کو نہیں پکارتے ہو) ان کی آمین میں یہ شبہ آتا ہے کہ شاید خدا کو بہرا اور غائب جانتے ہیں تو بتایئے ایسی آمین پر کوئی کیوں حسد کرنے لگا۔

الغرض اس حسد کے بارے میں بھی یہ حاسدین اول تو ضعیف روایات نقل کرتے ہیں، پھر ان میں جہر کا نام تک نہیں، پھر حسد کے معنی سے بھی یہ بے چارے بے خبر ہیں۔ اصل میں یہ حسد میں اتنے جل بھن گئے ہیں کہ نہ سر کی خبر ہوتی ہے نہ پیر کی اور حاسدوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ بات کچھ بھی نہیں، بس شور وشغب، وہ پکڑا وہ مارا...... اب یہیں دیکھئے کہ ان روایات میں نہ جہر کا ذکر، نہ چھ رکعتوں کی تفصیل، نہ کوئی ایسا مزید ثواب مذکور جس پر حسد کیا جائے۔ لیکن ان حاسدوں نے فوراً احناف پر چسپاں کرنا شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان حاسدین سے محفوظ رکھے۔ آمین!

(تجلیاتِ صفدر ص 149 جلد سوم)

مخالفین سے سوال

(i) ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ اکیلے نمازی کیلئے آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت موکدہ ہے؟

(ii) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتدیوں کو چھ رکعات میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعات میں (کیونکہ فرائض کی کل سترہ رکعتیں ہوتی ہیں۔ ان میں چھ رکعات میں امام جہری قرأت کرتا ہے اور گیارہ رکعات میں آہستہ قرأت کرتا ہے) آہستہ آواز سے آمین کہنے کا حکم دیا ہو؟

(iii) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض دکھائیں کہ دورِ نبوت میں یا دورِ خلافت راشدہ میں کسی ایک مقتدی نے ایک دن میں فرائض کی چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو؟

رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا

(62) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ o

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، جب قیام فرماتے، پھر تکبیر کہتے جب رکوع فرماتے۔

(بخاری ص 109 جلد اول و مسلم، مشکوٰۃ ص 76 جلد اول)

رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرنا

(63) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقوموا للّٰہ قانتین (البقرہ 238)

(ترجمہ) اللہ کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کرنے کو سکون کے خلاف قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت ناراضگی کے ساتھ رفع یدین سے منع فرمایا بلکہ جانوروں کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسا کہ آئندہ آنیوالی صحیح مسلم کی حدیث نمبر 67 میں مذکور ہے۔

(64) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعونO (المومنون 201)

(ترجمہ) بلاشبہ وہ اہل ایمان کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

(65) ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (النساء 77)

(ترجمہ) کیا تونے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جن کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور نماز قائم کرو۔

فائدہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کفِ ایدی سے مراد نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا حکم ہے۔

(66) اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ 14)

(ترجمہ) نماز قائم کرو میرے ذکر کیلئے۔

فائدہ:۔ نماز میں تقریباً ہر مقام و کیفیت کیلئے کوئی نہ کوئی ذکر الٰہی مقرر کیا گیا ہے لیکن بوقت رفع یدین اور جلسہ استراحت میں شریعتِ مقدسہ کی طرف سے کوئی ذکر الٰہی مذکور نہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ دونوں افعال نماز سے غیر متعلق ہیں ورنہ ان دونوں موا□ کیلئے بھی کوئی ذکر مقرر و مشروع ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ خاشعون کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا یَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْنًا وَلَا شِمَالًا وَلَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ.

(ترجمہ) عاجزی و تواضع کرنے والے دائیں بائیں التفات نہیں کرتے ہیں اور نہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن عباسؓ ص212)

(67) حضرت جابر بن سمرۃؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ o

(ترجمہ) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں باہر تشریف لائے تو فرمایا، کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم رفع یدین کررہے ہو۔ گویا کہ وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو یعنی رفع یدین نہ کرو۔

(مسلم ص 181 جلد اول، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ، ابوداؤد، نسائی، مسند امام احمد، طحاوی)

فائدہ: یہ صحیح مرفوع قولی حدیث اس بات پر نص ہے کہ نماز کے دوران رفعدین ممنوع ہے۔ اس کے مقابلے میں سکون واجب ولازم ہے۔ "فی الصلوٰۃ" کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک کو شامل ہے، تکبیر تحریمہ تو نماز کا آغاز ہے، پھر اس میں رفعدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ بالاجماع وہ اس ممانعت سے خارج اور مستثنٰی ہے۔ اس کے بعد رکوع وغیرہ ہر مقام کی رفع یدین کو یہ ممانعت شامل ہے۔

حدیث جابر بن سمرۃؓ میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

احقر کے والد نسبتی شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ o

(صحیح مسلم صفحہ 181 جلد 1، سنن نسائی صفحہ 176 جلد 1، ابوداؤد صفحہ 143 جلد 1)

(ترجمہ): ''حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس گھر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''

اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری حدیث ہے:

كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه. وَ اَشَارَ بَيَدِه اِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَلَامَ تُوْمُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ . اِنَّمَا يَكْفِي اَحَدُكُم اَنْ يَضَعَ يَدَه عَلٰى فَخِذه ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى اَخِيْه مَنْ عَلٰى يَمِينه وَ شِمَالِه (صحیح مسلم صفحہ 181 جلد 1)

(ترجمہ): ''ہم جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تم ہاتھوں سے اشارہ کس لئے کرتے ہو، جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہوں، تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو''

ان دونوں حدیثوں میں چونکہ ''کانها اذناب خیل شمس'' کا فقرہ آ گیا ہے، غالباً ان سے ان حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں لیکن جو شخص ان دو حدیثوں کے سیاق پر غور کریگا، اسے یہ سمجھنے میں قطعاً دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں الگ الگ واقعہ سے متعلق ہیں اور ان دونوں کا مضمون ایک دوسری سے یکسر مختلف ہے، چنانچہ

(1) پہلی حدیث میں ہے کہ ہم اپنی نماز میں مشغول تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور دوسری حدیث میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔

(2) پہلی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے صحابہ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی اور دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے پر نکیر فرمائی۔

(3) پہلی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور دوسری میں ہے کہ آپؐ نے سلام پھیرنے کا طریقہ بتایا۔

(4) اور پھر یہ دونوں حدیثیں الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی دوسرے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے اور دوسری حدیث کے راوی پہلے واقعہ سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ اس لئے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے، الگ الگ قصہ ہے، الگ الگ حکم ہے، ایک ہی واقعہ سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دے لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں حدیثوں کی شان ورود ایک ہے، تب بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے رفع یدین پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے بجائے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے تو اس سے ہر صاحب فہم یہ سمجھے گا کہ رفع یدین سکون کے منافی ہے اور آپؐ نے اسے ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ جب بوقت سلام رفع یدین کو سکون کے منافی سمجھا گیا حالانکہ وہ نماز سے خروج کی حالت ہے تو نماز کے عین وسط میں سکون کی ضرورت اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص 126 حصہ دوم)

(68) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ اَلَا اُصَلِّی بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ

اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍo

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے تلامذہ کو نماز کی عملی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ پھر آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی دفعہ (تکبیر تحریمہ میں) رفع یدین کی۔

(ترمذی ص 35 ج 1، ابوداؤد ص 116 ج 1، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، نسائی ص 161 ج 1، محلی بن حزم ظاہری ص 88 ج 4، دار قطنی، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبۃ، موطا امام محمد، مسند احمد، طحاوی)

یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث حسنٌ (ترمذی ص 35 جلد اول)

علامہ ابن حزم ظاہری نے اس کو صحیح کہا ہے۔

حافظ ابن حجر شافعیؒ لکھتے ہیں۔

وَ هٰذَا الْحَدِیْثُ حَسَّنَهُ التِّرْمَذِیُّ وَ صَحَّحَهُ اِبْنُ حَزْمٍ.

(ترجمہ) یہ حدیث، امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے اور علامہ ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔
(تلخیص الحبیر علی شرح المہذب ص 274 ج 3 طبع مصر)۔

(69) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْکِبَیْهِ ...... وَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ وَ بَعْدَ مَا یَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ لَا یَرْفَعُهُمَاo

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ

جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں کندھوں کے برابر رفع یدین کرتے ...... اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے۔

(صحیح ابوعوانہ ص 90 جلد دوم و مسند حمیدی ص 277 جلد 2)

محدث ابوعوانہؒ امام مسلمؒ کے شاگرد ہیں۔ اپنی تصنیف ''صحیح ابوعوانہ'' میں صحیح مسلم پر تحقیقی کام کیا ہے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی مزید سندیں جمع کی ہیں۔

(بستان المحدثین ص 95، 98)

اور امام حمیدیؒ حضرت امام بخاریؒ کے شیخ واستاذ ہیں۔ (بستان المحدثین ص 223)

الغرض دونوں بزرگ عظیم محدث اور ثقہ ہیں ان کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے بلکہ صحیح ترین سند سے مروی ہے اور ترک رفع یدین پر صریح اور واضح دلیل ہے۔

مندرجہ ذیل احادیث بطور استشہاد و تائید کے پیش کی جاسکتی ہیں۔

(70) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ o

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخینؓ صرف نماز کے شروع (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین فرماتے تھے۔

(دار قطنی، بیہقی، کامل ابن عدی)

(71) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

تُرْفَعُ الْاَيْدِىْ فِىْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَ اِذَا رَأَى الْبَيْتَ وَ

عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَ فِيْ جَمْعٍ وَ عَرَفَاتٍ وَ عِنْدَالْجِمَارِ ٥

(ترجمہ) سات مقامات پر رفع یدین کیا جاتا ہے۔ 1۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہو اور 2۔ جب بیت اللہ کو دیکھے، 3۔ کوہ صفا پر اور 4۔ کوہ مروہ پر 5۔ مزدلفہ میں، 6۔ عرفات میں، 6۔ جمرات کے پاس۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں رفع یدین ہوتی تو ضرور اسے بھی ذکر کیا جاتا۔

یہ حدیث ابن عباسؓ سے مرفوع بھی مروی ہے اور موقوف بھی۔

مرفوع حدیث طبرانی، جز رفع الیدین امام بخاریؒ ص 20، مسند بزار، مستدرک حاکم، بیہقی میں ہے اور موقوف حدیث مصنف ابن ابی شیبہ ص 237 جلد اول، مسند بزار میں ہے۔

ابن ابی شیبہ کی موقوف حدیث حسن ہے۔ (معارف السنن ص 495 جلد 2)

نیز یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے، مرفوع حدیث جز رفع الیدین امام بخاریؒ، مسند بزار، مستدرک حاکم، بیہقی میں ہے۔ اور موقوف حدیث مسند بزار میں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(نصب الرایہ للزیلعی ص 390 ج 1، ص 391 ج 1 اور الدرایہ للحافظ ابن حجرؒ) ص 148 جلد اول

(72) حضرت مجاہدؒ تابعی فرماتے ہیں۔

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَؓ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ ٥

(ترجمہ) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ص 237 جلد اول، البیہقی فی المعرفۃ، طحاوی ص 123 جلد اول) اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص 138 معارف السنن ص 495 جلد دوم)

حضرت مجاہد دس سال تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت و خدمت میں رہے

ہیں ۔اس طویل مدت کے دوران انہوں نے ایک بار بھی ابن عمرؓ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔اس کا مطلب ہے کہ حکم رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔(فیض الباری شرح بخاری ص 172 جلد اول)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض صحیح احادیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔بعض محققین نے مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں اسکی یہ توجیہہ کی ہے کہ رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے جو بعد میں متروک ہو گیا تھا۔اگر عہد نبوت کے آخری دور میں رفع یدین کا عمل متروک نہ ہوتا،تو خلفائے راشدینؓ (بالخصوص حضرت عمرؓ،حضرت علیؓ) جو اپنے دور میں سب کے امام و پیشوا تھے وہ اسے ہرگز ترک نہ کرتے،اور نہ ان کے ترک پر صحابہ کرامؓ خاموش رہتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ عہد نبوت میں وحی الٰہی سے دوسرے احکام کی طرح نماز کے احکام کی تکمیل تدریجاً ہوتی رہی ہے۔

نماز میں پہلے کلام وسلام جائز تھا،جو بالا جماع بعد میں منسوخ ہوا جیسا کہ درج ذیل صحیح مرفوع احادیث سے واضح ہے۔

(73) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمؓ قَالَ کُنَّا نَتَکَلَّمُ فِی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ ط

فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَ نُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ ط

(ترجمہ) حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں،ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتّٰی کہ وقوموا للہ قانتین نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

(بخاری ص 160 جلد اول باب ما ینہی من الکلام فی الصلوٰۃ،مسلم ص 204 جلد اول باب تحریم

الکلام فی الصلوٰۃ)۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے۔

اُحِیْلَتِ الصَّلٰوۃُ ثَلٰثَۃَ اَحْوَالٍ وَ اُحِیْلَتِ الصِّیَامُ ثَلٰثَۃَ اَحْوَالٍ.

نماز وروزہ میں تین مرتبہ تبدیلی ہوئی ہے۔

(ابوداؤد ص 82 جلد اول باب کیف الاذان، مسند امام احمد ص 246 ج 5)

(آگے حدیث میں ان تین تبدیلیوں کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کے علاوہ بھی نماز کے ہر انتقال اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا عمل کیا جاتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے۔

سجدہ میں رفع یدین

امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے ص 165 ج 1 پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

"باب رفع الیدین للسجود"

سجدہ میں رفع یدین کا باب

اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مرفوع حدیث لائے ہیں۔

(74) اِنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْہِ فِیْ صَلٰوتِہٖ اِذَا سَجَدَ وَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ. (نسائی ص 165 جلد اول)

حضرت مالک ؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ؐ نے جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔

امام نسائیؒ پھر ص 172 جلد اول پر دوبارہ "باب رفع الیدین عند الرفع من السجدۃ

الاولی قائم کر کے حضرت مالکؒ کی مذکورہ بالا حدیث لائے ہیں۔

نسائی کی یہ حدیث صحیح ہے۔(فتح الباری ص185 جلد دوم)

سجدہ میں رفع یدین درج ذیل احادیث سے بھی ثابت ہے۔

(75) حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث۔(مسند ابو یعلی، سند صحیح)

(76) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث۔(طبرانی، سند صحیح)

(77) حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث۔(دارقطنی، سند صحیح)

(78) حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث۔(نسائی)

(79) حضرت ابو ہریرۃ کی مرفوع حدیث۔(ابن ماجہ)

دوسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین

(80) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَاِذا قام مِنَ السَّجدَتَینِ رَفَعَ یَدَیہِ٥

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔

(ابوداؤد ص116 جلد اول، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد)

امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ص204 جلد اول)

(81) رفع یدین حضرت ابن عباسؓ حضرت مالک بن حویرث کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔ جو نسائی اور طحاوی میں مروی ہیں۔(اوجز المسالک ص204 جلد اول)

DifaSahabah.com

تیسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین

امام بخاریؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے۔

"باب رفع اليدين اذا قام من الركعتين

دو رکعت کے بعد اٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔

(82) پھر اس کے تحت حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث لائے ہیں۔ جو مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی۔

إِنَّ ابنَ عُمَرَ كَانَ وَ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ رَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ص 102 ج 1، ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابن عمرؓ... جب دو رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور مرفوع بیان کیا ہے۔ نیز یہ رفع یدین حضرت ابوحمیدؓ کی مرفوع صحیح حدیث اور حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔

(ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ)

نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین

(83) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ مِنَ الصَّلٰوةِ.

(مسند امام احمد)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین فرماتے تھے۔

(84) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز کے متعلق ہے، اس میں بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد ص 115 جلد اول)

حاصل کلام

جس طرح ان مختلف مقامات کی رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود آئمہ اربعہ کے ہاں دوسری صحیح احادیث کے قرینہ سے ابتدائی دور پر محمول ہیں اور متروک ومنسوخ ہیں ورنہ مخالفین بتلائیں کہ وہ ان صحیح احادیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ یقیناوہ کہیں گے کہ منسوخ ہیں بس اسی طرح رکوع والی رفع یدین بھی صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود حنیفہ و مالکیہ محققین علماء اور محدثین وفقہاء کے ہاں مذکورہ بالا صحیح احادیث وآثار کی وجہ سے متروک ومنسوخ ہیں۔

بالخصوص صحیح مسلم کی قولی مرفوع صحیح حدیث نمبر 67 اسکنوا فی الصلوٰۃ میں تو صراحت کے ساتھ رفع یدین نہ کرنے کا حکم اور امر ہے۔

چنانچہ ایک اور مقام پر ترجمانِ اہلسنت والجماعت شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (نوراللہ مرقدہ) مسئلہ رفع یدین کی حقیقت کھولتے ہوئے مخالفین کے دلائل کا ٹھوس اور مسکت جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

رفع یدین کے مسئلہ میں بھی حنفیہ کا موقف ٹھیک سنت نبویؐ کے مطابق ہے۔ اس کو سمجھنے کیلئے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اوّل

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین باجماعِ امت مستحب ہے اگر چہ بعض حضرات وجوب کے بھی قائل ہیں۔ اور باقی مقامات میں اختلاف ہے۔ (نووی: شرح مسلم ص 168 ج ا) اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات بھی مختلف وارد ہوئی ہیں اور سلف صالحین کا عمل

بھی مختلف رہا ہے۔ چنانچہ:

(1) بعض روایات میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (اس سلسلہ کی احادیث آگے ذکر کی جائیں گی)۔

(2) بعض روایات میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے یہ چونکہ خود سوال میں مذکور ہے اس لئے اس کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔

(3) بعض روایات میں سجدہ کو جاتے ہوئے بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ..... نسائی ص 165، 172 ج 1)

(4) بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیث ابن عباسؓ...... ابوداؤد ص 108 نسائی ص 172 ج 1)

(5) بعض روایات میں دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے (مثلاً حدیث وائل بن حجرؓ) و اذا رفع راسه من السجود (ابوداؤد ص 105)

(6) بعض روایات میں تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(مثلاً حدیث ابن عمرؓ صحیح بخاری ص 102 ج 1) واذا قام من الرکعتین رفع یدیه ٥

حدیث ابی حمید الساعدی: ابوداؤد ص 106 ج 1 ترمذی ص 40 ثم اذا قام من

حدیث ابی ہریرہ: ابوداؤد ص 108، حدیث ابن عمر، ابوداؤد ص 109، حدیث علی ابوداؤد 109، ص 111)

(7) بعض روایات میں ہر اونچ نیچ (عند کل خفض و رفع) کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے (مثلاً حدیث عمیر بن حبیب ابن ماجہ ص 62 یرفع یدیه مع کل تکبیر)

رفع یدین کی یہ تمام صورتیں احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں۔ اور سلف صالحین کے

یہاں معمول بہا رہی ہیں، لیکن امام شافعیؒ واحمدؒ صرف تین موقعوں پر رفع یدین کو مستحب سمجھتے ہیں باقی جگہ نہیں، اور امام ابو حنیفہؒ اور مشہور اور معتمد علیہ روایت کے مطابق امام مالکؒ صرف تحریمہ کے وقت مستحب سمجھتے ہیں باقی جگہ نہیں۔ جس طرح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ باقی مقامات کے رفع یدین کو ترک کرنے کی وجہ سے تارک سنت نہیں کہلاتے اور نہ ان کے بارے میں کوئی شخص یہ کہے گا کہ وہ سنت کو اختیار کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اسی طرح اگر امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک دلائل و ترجیحات کی بنا پر یہ محقق ہوا کہ تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے اور باقی مواقع میں ترک رفع یدین سنت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو تارکِ سنت کا خطاب دیا جائے۔ یا سنت کو اختیار کرنے میں ہچکچاہٹ کا الزام دیا جائے۔

دوم

تین مقامات (تحریمہ۔ رکوع اور قومہ) میں رفع یدین کی جو احادیث مروی ہیں ان میں خاصا انتشار و اضطراب ہے اور مختلف طریق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں، مثال کے طور پر یہاں ان دو حدیثوں کا ذکر مناسب ہوگا جو رفع یدین کی احادیث میں سب سے اصح اور سب سے قوی سمجھی جاتی ہیں اور امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے صحیحین میں رفع یدین کے استدلال میں صرف انہی دو حدیثوں پر اکتفا کیا ہے ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو اس باب کی سب سے صحیح ترین حدیث سمجھی جاتی ہے اور دوسری حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اس سے دوسرے درجہ پر ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے طریق ملاحظہ ہوں

(1) مدونۃ الکبریٰ ص 71 ج 1 میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور اسی روایت کی بناپر امام مالکؒ نے ترکِ رفع یدین کو اختیار کیا۔

(2) امام بخاری کے استاد امام حمیدی کی مسند (ص 277 ج 2 میں اور صحیح ابوعوانہ ص 90 ج 2) میں تحریمہ کے سوا باقی مقامات میں رفع یدین کی نفی ہے۔ (یہ حدیث آگے ترک رفع یدین کے دلائل میں نمبر 1 پر ذکر کروں گا)

(3) موطا امام مالکؒ کی روایت میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے تحریمہ کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور سجدوں میں رفع یدین کی نفی ہے۔

(4) صحیح بخاری ص 102 ج 1 اور صحیح مسلم ص 168 ج 1 کی روایت میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔

(5) صحیح بخاری 102 ج 1 کی ایک روایت میں ان تینوں جگہوں کے علاوہ تیسری رکعت میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(6) امام بخاری کے رسالہ جزء القراۃ (ص 10 اور مجمع الزوائد ص 102 ج 2 وغیرہ) کی روایت میں ان چار جگہوں کے علاوہ سجدہ کے لئے رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔

(7) امام طحاویؒ کی مشکل الآثار کی روایت میں ہر اونچ نیچ (کل خفض ورفع) رکوع وسجود، قیام و قعود اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ص 185 ج 2 بحوالہ معارف السنن ص 474 ج 2)

DifaSahabah.com

حدیث مالک بن حویرثؓ کے طرق

(1) صحیح بخاری ص 102 ج 1 و صحیح مسلم 168 ج 1 کی روایت میں صرف تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

(2) سنن نسائی ص 165 ج 1 کی ایک روایت میں ان تین جگہوں کے علاوہ چوتھی جگہ سجدہ سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(3) اور سنن نسائی ہی کی ایک روایت میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے تین مندرجہ بالا مقامات، سجدہ کو جاتے ہوئے، اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے۔ (ص 165 ج 1)

(4) اور مسند ابو عوانہ ص 95 ج 2 کی روایت میں ہے:

''کان یرفع یدیہ حیال اذنیہ فی الرکوع والسجود''

ترجمہ: ''رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے''۔

یہ ان دو حدیثوں میں اختلاف روایت کا نقشہ ہے جو محدثین کے نزدیک رفع یدین کے باب میں سب سے قوی اور سب سے صحیح ہیں، اور جن پر امام بخاری و مسلم نے اکتفا کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس اختلاف کی موجودگی میں کسی ایک روایت کو لے کر باقی روایات کو ترک کرنا ہوگا،

اس لئے اگر امام شافعیؒ و احمدؒ یا ان دونوں کے متبعین نے ایک روایت کو ترجیح دے کر باقی صحیح روایات کو ترک کر دیا تو ان پر ترکِ سنت کا الزام نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ سنت کی جو مختلف صورتیں مروی ہیں ان میں سے ایک سنت کو انہوں نے اختیار کر لیا۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ و مالکؒ اور ان کے متبعین نے بھی ان صورتوں میں سے سنت ہی کی ایک صورت کو اختیار کیا ہے، اس لئے ان کو بھی ترکِ سنت کا الزام دینا صحیح نہیں، امام بخاری اور امام شافعیؒ کو کوئی شخص یہ الزام نہیں

دے سکتا کہ چونکہ انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع یدین فی السجود کو اختیار نہیں کیا اس لئے وہ سنت کو اپنانے سے ہچکچاتے ہیں، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ان کے نزدیک اس سنت کے مقابلہ میں ترک رفع یدین کی سنت راجح ہے، اور یہ روایات مرجوح ہیں۔ اس لئے وہ اس سنت پر عامل ہیں۔ یہی نیک گمان امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور ان کے مقتداؤں اور مقتدیوں کے بارے میں بھی رکھنا چاہئے اور اگر کوئی شخص آئمہ ہدیٰ اور سلف صالحین کے حق میں اس قدر حسن ظن سے بھی محروم ہے تو اس کے حق میں دعائے خیر ہی کی جاسکتی ہے۔

سوم

فریق مخالف میں سے بعض حضرات جنہوں نے رفع یدین کے مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے ان کے طرز نگارش سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا سنت نبویؐ ہے اور ترک رفع یدین گویا ایک بدعت ہے جو حنفیوں نے گھڑ لی ہے، حاشا وکلا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ ایسے اکابر آئمہ کوئی بدعت ایجاد کرلیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان مواقع پر (بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی) جس طرح رفع یدین احادیث سے ثابت ہے گو بعض صورتیں معمول بہا نہیں اسی طرح تکبیرِ تحریمہ کے سوا باقی مواضع میں ترکِ رفع یدین بھی سنت متواترہ اور سلف صالحین کے توارث وتعامل سے ثابت ہے۔

ذرا غور فرمایئے کہ امام مالکؒ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک یا دو واسطوں سے شاگرد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل گویا ان کی آنکھوں کے سامنے ہے، جن کو محدثین ''امام دارالہجرت، راس المتقین وکبیر المثبتین'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اور جن کی روایت کو (عن نافع عن ابن عمرؓ) امام بخاریؒ

وغیرہ اصح الاسانید اور سلسلۃ الذہب شمار کرتے ہیں، رفع یدین کی پوری احادیث ان کے سامنے ہیں اس کے باوجود مدونہ کبریٰ (ص 71 ج 1) میں ان کا ارشاد نقل کیا ہے

قال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شئی من تکبیر الصلوۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوۃ قال ابن القاسم وکان رفع الیدین عند مالک ضعیفا۔

ترجمہ: ''امام مالک'' نے فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز کی کسی تکبیر میں، میں رفع یدین کو نہیں جانتا، نہ کسی جھکنے کے موقع پر نہ کسی اٹھنے کے موقع پر، ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک رفع یدین ضعیف تھا''۔

مدینہ طیبہ مہبط وحی، مہاجرین وانصار کا مسکن، اجلہ صحابہؓ کا مستقر اور تین خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دارالخلافہ ہے، اسی مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر امام مالکؒ، جو اہل مدینہ کے علوم کے وارث ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے سوا کسی تکبیر میں رفع یدین سے واقف نہیں ہوں۔ انصاف کیجئے اگر ترک رفع یدین تواتر سے ثابت نہ ہوتا اور خلفائے راشدینؓ سے لیکر اکابر تابعینؒ تک اہلِ مدینہ میں ترک رفع یدین کی سنت رائج نہ ہوتی، تو کیا امام دارالہجرت راس المتقین وسلطان المحدثین یہ فرما سکتے تھے کہ میں تحریمہ کے سوا نماز کی کسی تکبیر میں رفع یدین سے واقف نہیں ہوں، اور کیا ان کے شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسمؒ یہ نقل کر سکتے تھے کہ رفع یدین امام مالکؒ کے نزدیک ضعیف مسلک تھا؟

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص 111 حصہ دوم)

مخالفین سے سوال

(i) ہم نے صحیح مسلم کی صحیح قولی حدیث 67 پیش کر دی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے اور نماز میں سکون اختیار کرنیکا حکم دیا ہے بلکہ نماز میں رفع یدین کو سرکش گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ بھی دی ہے، آپ صرف ایک اسی طرح کی صحیح صریح قولی حدیث پیش فرمائیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنیکا حکم دیا ہو اور نہ کرنیوالے کی نماز باطل قرار دی ہو؟

(ii) چار رکعات میں غیر مقلد سلفی حضرات کے ہاں رفع یدین کرنے کے دس مقامات یہ ہیں: پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں اور چار رکوع سے پہلے اور چار رکوع کے بعد۔ ان میں سے ایک بھی جگہ رفع یدین چھوڑنے کو غیر مقلد سلفی خلاف سنت سمجھتے ہیں۔

رفع یدین چھوڑنے کے اٹھارہ مقامات یہ ہیں۔ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں اور آٹھوں سجدوں کو جاتے اور اٹھتے وقت۔ ان اٹھارہ مقامات پر یہ غیر مقلد سلفی کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے: ایک صحیح صریح قولی حدیث پیش فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے ان دس مقامات پر ہمیشہ رفع یدین کرنیکا حکم دیا ہو اور اٹھارہ جگہ پر رفع یدین سے ہمیشہ کے لئے منع کیا ہو یا ایک صحیح صریح فعلی حدیث دکھلائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان دس جگہوں پر رفع یدین کرتے تھے اور اٹھارہ جگہ کبھی نہیں کرتے تھے بلکہ کسی ایک خلیفہ راشد سے یا عشرہ مبشرہ سے یا کسی مہاجر یا انصاری صحابی سے ہی صحیح سند تو کجا کسی ضعیف سند سے ہی دکھلا دیں کہ اس نے دس جگہ پر ہمیشہ رفع یدین کا حکم دیا ہو یا خود ہمیشہ کیا ہو اور اٹھارہ جگہ رفع یدین سے ہمیشہ منع کیا ہو؟

اس مسئلہ میں مدلل بحث کرنے کے بعد شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ترکِ رفع یدین کے پہلو کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترک رفع یدین کے وجوہ ترجیح

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ؓ وتابعینؒ سے ترک رفع یدین کا عمل متواتر ہے، اب یہ معلوم کر لینا بھی مناسب ہے کہ اہل کوفہ، حنفیہ اور اہل مدینہ مالکیہ نے ترک یدین کو کن وجوہ سے راجح قرار دیا۔

(1) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو عمل اوفق بالقرآن ہو وہ راجح ہے۔ قرآن کریم میں ان مومنین کی مدح فرمائی ہے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں:

''الذین هم فی صلوتهم خاشعون''۔ (المومنون:2)

(ترجمہ) (جو لوگ کہ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں) اور خشوع کے معنی سکون کے ہیں''۔

گویا نماز میں جس قدر ظاہری و باطنی، قلباً و قالباً سکون ہو گا اسی قدر خشوع ہو گا۔ اور جابر بن سمرہ بن جناب رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر 67 سے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین سے منع کرتے ہوئے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ ترک رفع یدین اوفق بالقرآن ہے۔

(2) اوپر روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ رفع یدین مواضع ثلاثہ کے علاوہ بھی متعدد مواضع میں ہوتا تھا۔ مگر صحیح روایات کے مطابق باقی مواضع میں رفع یدین سب کے نزدیک متروک ہے۔ اور تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے۔ دو جگہوں میں اختلاف ہے۔ پس حنفیہ و مالکیہ نے متفق علیہ کو اختیار کر لیا، اور جس چیز میں اختلاف اور تردد تھا اسے ترک کر دیا۔

(3) نماز میں حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں جیسا کہ ابوداؤد میں ''تحویلات ثلاثہ'' کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، اس کے برعکس یہ نہیں ہوا کہ پہلے نماز میں سکون ہوتا ہو پھر حرکات شروع ہوگئی ہوں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں اور ترک رفع یدین کی بھی۔ مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ترک رفع یدین تھا۔

(4) امام حازمیؒ نے متعارض روایات میں ترجیح کے جو اصول بیان فرمائے ہیں ان میں سے دوسرا اصول یہ بیان کیا ہے۔ کہ ایک روایت کا راوی اگر حفظ و اتقان میں دوسرے سے بڑھ کر ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی۔ ''الوجه الثانی ان تکون احد الراویین احفظ و اتقن''

(5) دسواں اصول یہ لکھا ہے کہ ایک راوی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قرب حاصل ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی:

''العاشر ان یکون احد الراویین اقرب مکانا من رسول الله صلی الله علیه وسلم فحدیثه اولیٰ بالتقدیم''۔

(6) گیارہواں اصول یہ لکھا ہے کہ اگر ایک راوی کا اپنے شیخ سے زیادہ تعلق رہا ہو اور اسے شیخ سے طویل صحبت رہی ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی۔ ''الحادی عشر ان یکون احد الراویین اکثر ملازمة شیخه. فال و طول صحبة له زیادة تاثیر فیرجع به''۔

(کتاب الاعتبار ص 14)

(7) تیئیسواں اصول یہ لکھا ہے: جب دو روایتوں کے راوی حفظ و اتقان میں یکساں ہوں مگر ان میں سے ایک روایت کے راوی فقیہ ہوں اور احکام کے عارف ہوں تو ان کی روایت مقدم ہوگی۔

''الثالث و العشرون: ان یکون رواة احد لحدیثین مع تساو یهم فی الحفظ

DifaSahabah.com

والاتقان فقهاء عارفين باعتناء الاحكام من مثمرات الالفاظ. فالاسترواح الى حديث الفقها اولیٰ''۔(ص17)

اعظم ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعی کا مناظرہ

امام ابو حنیفہؒ کا جب امام اوزاعیؒ کے ساتھ رفع یدین پر مناظرہ ہوا تو امام اوزاعیؒ نے یہی حدیث پیش کی'' امام سفیان بن عیینہ محدث الحرم المکی فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ مکہ کی غلہ منڈی میں ملے۔ امام اوزاعیؒ نے امام اعظم سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟ امام اعظم نے فرمایا: اس لئے کہ آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث (بغیر معارض کے) نہیں ملی۔ امام اوزاعیؒ نے کہا: صحیح حدیث کیوں نہیں۔ مجھے زہری نے، اُس نے سالم سے، اُس نے عبداللہ بن عمرؓ سے بروایت کی کہ آنحضرت ﷺ جب نماز شروع کرتے تو پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب رکوع جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: روایت بیان کی مجھ سے حماد نے، اُنہوں نے ابراہیم سے، اُنہوں نے علقمہ واسود سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ رسول اقدس ﷺ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے مگر شروع نماز میں، پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا میں زہری، سالم اور ابن عمر کی سند پیش کرتا ہوں اور آپ حماد، ابراہیم کی سند بیان کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ امام حماد زہری سے بڑے فقیہ تھے اور ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اگر چہ علقمہ سے شرف صحبت میں بڑھے ہوئے ہیں مگر علقمہ تفقہ فی الدین میں حضرت ابنِ عمرؓ سے کم نہیں۔ ہاں ابن عمرؓ شرف صحابیت میں ممتاز ہیں اور اسود کو بہت فضیلت حاصل ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ ہی

ہیں تو امام اوزاعیؒ خاموش ہو گئے (مسند امام اعظمؒ ص ۱۲۱)

امام صاحبؒ نے امام اوزاعیؒ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مرکوز کرائی کہ محدث اور فقیہ کے فرق کو ملحوظ رکھو۔ محدث ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتا ہے، صحیح ہوں یا ضعیف، ناسخ ہوں یا منسوخ۔ اس کے برعکس فقیہ صرف ان احادیث کو لیتا ہے جس پر عمل جاری ہو، امام اوزاعیؒ اس سے قبل تو رفع یدین کے حامی تھے (الاستذکار ص ۱۲۶ ج ۲) مگر پھر اس کو منسوخ سمجھنے لگے۔ چنانچہ ابن سلیمان نے جب امام اوزاعیؒ سے پوچھا کہ نماز کی ہر اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا جو قیام میں ہو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: یہ پہلے دور کی بات ہے (جزء رفع یدین بخاری ص ۱۸۳)۔ امام مالکؒ نے تحریمہ کے بعد کی رفع یدین کو ضعیف فرمایا۔ اور امام صاحبؒ نے **لا یصح**، بات دونوں کی ایک ہے، مگر غیر مقلدین امام مالکؒ کو تو معاف کر دیتے ہیں لیکن امام صاحبؒ پر خوب جرح کرتے ہیں کہ کتنی حدیثیں صحیح ہیں، امام صاحبؒ نے کیوں فرمایا، کوئی حدیث صحیح نہیں۔ دراصل وہ ابن صلاح دورانی شوافع کی بنائی ہوئی صحیح حدیث کی تعریف کو لیتے ہیں اور خیر القرون میں جو صحیح کی تعریف تھی اس کو جانتے نہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب وسنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے، جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب وسنت کے موافق ہوں۔ (الرد علیٰ سیر الاوزاعی ص ۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو اور فقہاء اس کو نہ جانتے ہوں، وہ شاذ ہے اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔ سابقہ بحث سے یہ تو معلوم ہوا کہ خیر القرون کا متواتر تعامل اس حدیث کے خلاف عدم رفع پر تھا۔

امام ابوبکر بن عیاش جن کی پیدائش سنہ ۱۰۰ھ اور وصال سنہ ۱۹۳ھ ہے، آپ نے کئی تعلیمی

سفر بھی کئے۔ کئی حج بھی کئے، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ کے متعدد اسفار کیے، فرماتے ہیں مـا رایت فقیها قط یفعله یرفع یدیه فی غیر تکبیرة الاولیٰ (طحاوی ص ۱۶۵ ج ۱) یعنی میں نے کسی ایک فقیہ کو بھی نہیں دیکھا جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو۔ تو یہ لوگ امام صاحب کی حدیث صحیح کی تعریف نہیں جانتے۔

بہر کیف یہ چار اصول جو امام حازمیؒ نے ارشاد فرمائے ہیں ان کو زیر بحث مسئلہ پر منطبق کیجئے۔ رفع یدین کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مالک بن حویرث اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں (گو ان کے الفاظ میں بھی اختلاف واضطراب ہے) ادھر ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل کی تائید ان کو حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ضبط واتقان میں بھی فائق ہیں۔ طول صحبت میں بھی۔ اور تفقہ فی الدین میں بھی۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ (ج 1 ص 13 ومابعد) میں لکھتے ہیں:

(ابن مسعود الامام الربانی صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم و خـادمـه واحـد السـابـقیـن الاولیـن و مـن کـبـار البدریین و من نبلاء الفقهـاء والـمـقربین کان ممن یتحری فی الاداء و یشدد فی الروایة ویزجر تلامذته عن التهاون فی ضبط الالفاظ و کان ابن مسعود یقل من الروایة للحدیث. و یتورع و کـان تـلامـذته لایفضلون علیه احدا من الصحابة. و کان من ساداة الصحابة واوعیة العلم وائمة الهدیٰ")

ترجمہ: "ابن مسعود، امام ربانی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور خادم، سابقین اولین اور اکابر اہل بدر میں سے تھے، بلند پایہ فقہاء اور مقربین میں ان کا شمار تھا۔ الفاظ حدیث کے ادا

کرنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے روایت میں بڑی سختی فرماتے تھے، اپنے تلامذہ کو ضبط الفاظ میں سستی کرنے پر ڈانٹ پلاتے تھے۔ حدیث کی روایت بہت کم کرتے تھے اور اس بارے میں خاص احتیاط وورع سے کام لیتے تھے ان کے تلامذہ ان پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ان کا شمار سادات صحابہ، خزانہ علم اور آئمہ ہدیٰ میں ہوتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ ضبط و اتقان، طول صحبت اور فقاہت میں دوسرے حضرات سے فائق ہیں، اس لئے ان کی روایت مقدم ہوگی۔ امام طحاویؒ نے بسندِ صحیح نقل کیا ہے کہ:

(ترجمہ) "مغیرہ بن مقسم الضبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل و بعد رفع یدین کیا کرتے تھے، فرمانے لگے اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے ایک بار آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس بار ترک رفع یدین کرتے دیکھا ہے"۔

ترجمہ: "عروہ بن مرہ کہتے ہیں کہ میں حضرموت کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل و بعد رفع یدین کرتے تھے، میں نے ابراہیم نخعیؒ سے اس کا ذکر کیا تو غضبناک ہو کر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے؟ ابن مسعودؓ اور ان کے رفقاء نے نہیں دیکھا؟"۔

(طحاوی ص 110، موطا امام محمد ص 92، کتاب الآثار امام ابو یوسف ص 21)

(8) پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ رفع یدین کے باب میں جو احادیث مروی ہیں ان میں اختلاف و اضطراب ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اضطراب سے پاک ہے

چنانچہ ان سے رفع یدین کی ایک روایت بھی نہیں ہے، پس جو حدیث کہ اختلاف و اضطراب سے پاک ہو وہ مقدم ہوگی۔

(9) کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کا حکم فرمایا ہو، اس کے برعکس حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر 67 میں ممانعت موجود ہے۔ اور جب قولی احادیث اور فعلی احادیث میں اختلاف ہو تو قولی احادیث مقدم ہوتی ہیں۔

(10) جن احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے ان میں سے کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ کا یہ عمل مدة العمر رہا۔ اور نہ کسی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی آخری نماز رفع یدین کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب تک ان دو باتوں میں سے ایک بات ثابت نہ ہو رفع یدین کا سنت دائمہ مستمرہ ہونا ثابت نہیں، اس کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع یدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پھر رفع یدین کی ممانعت بھی موجود ہے۔ اور حضرات خلفائے راشدین اور اکابر صحابہؓ کا عمل بھی ترک رفع الیدین پر ثابت ہے، ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع الیدین آپ کی سنت دائمہ نہیں، بلکہ سنت متروکہ ہے۔ واللہ اعلم۔

دو شبہات کا ازالہ

آخر میں دو غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے۔ جن کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اول: ایک یہ کہ رفع الیدین میں اختلاف جواز یا عدم جواز کا نہیں بلکہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے الخ

دوم: یہ کہ سوال میں جو ذکر کیا گیا کہ رفع یدین کے باب میں پچاس سے زائد صحابہ روایت کرتے ہیں یہ محض مبالغہ ہے، پچاس صحابہ کی روایت کا حوالہ محدثین نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع

یدین کیلئے دیا ہے چنانچہ علامہ شوکانیؒ نیل الاوطار ص 184 ج 2 میں لکھتے ہیں:

و جمع العراقی عدد من روی رفع الیدین فی ابتداء الصلوٰۃ فبلغوا خمسین صحابیا منهم العشرۃ المشهود لهم بالجنّۃ۔

ترجمہ: ”علامہ عراقیؒ نے ان حضرات کا شمار کیا ہے جن سے ابتدائے نماز میں رفع یدین کی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ انکی تعداد پچاس صحابہؓ تک پہنچی ہے۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں“۔

اس سے معلوم ہوا کہ پچاس صحابہؓ سے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی احادیث مروی ہیں۔ جو باجماع امت مستحب ہے اور جس سے حنفیہ کو بھی اختلاف نہیں۔ جس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین ہے۔ اس میں پچاس صحابہؓ کی روایات تو کجا ایک صحابی کی بھی ایسی روایت نہیں جو صحیح بھی ہو اور اختلاف و معارضہ سے خالی بھی ہو، اس لئے اس متنازع فیہ مسئلہ پر پچاس صحابہؓ کی روایات کا حوالہ دینا محض مغالطہ ہے، دراصل اس مسئلہ میں اصل حقائق کے بجائے مبالغہ آرائی سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ ان مبالغات کی دو دلچسپ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

امام بخاریؒ نے رسالہ جزء رفع الیدین میں حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے۔

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرفعون ایدیهم فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے“۔

امام بصریؒ کے اس قول کو نقل کر کے امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

ولم یَستثنِ الحسن احدا ولا ثبت عن احد من الصحابة انه لم یرفع یدیه (بحوالہ نصب الرایہ صفحہ 416 ج 1)

ترجمہ: ''امام حسن بصریؒ نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور نہ کسی صحابی سے یہ ثابت ہے کہ اس نے رفع یدین نہ کیا ہو''۔

لیجئے حضرت حسن بصریؒ کے اس قول سے امام بخاریؒ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ سے رفع یدین ثابت کر دیا اور اس کے مقابلہ میں وہ تمام روایات صحیحہ غلط قرار پائیں جن میں صحابہ کرامؓ کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

اس سے قطع نظر کہ حسن بصریؒ کا یہ قول کیسی سند سے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ اول تو اس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے۔ متنازعہ فیہ رفع یدین کا ذکر نہیں۔ (ہوسکتا ہے تکبیر تحریمہ والا رفع یدین ہو) پھر اگر دو چار صحابہؓ سے بھی رفع الیدین ثابت ہو تو امام حسن بصریؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صحابہ کرامؓ سے رفع یدین بھی ثابت ہے، لیکن امام بخاریؒ نے امام حسن بصریؒ کے قول کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے اس سے مبالغہ آرائی اپنی آخری حدوں کو پہنچ گئی۔ اور مزے کی بات یہ کہ حسن بصریؒ جن کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محدثین تسلیم نہیں کرتے ان کا قول یہاں تمام صحابہ کرامؓ کے حق میں حجت مان لیا گیا اور ان کے مقابلہ میں اکابر صحابہؓ و تابعینؒ کی تصریحات مسترد کر دی گئیں۔ رفع الیدین کے متنازعہ فیہ مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے جن حضرات نے کاوشیں فرمائی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر نے اسی قسم کے مبالغوں سے کام چلایا ہے۔

اس کی دوسری مثال شیخ مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی عبارت ہے وہ ''سفر السعادۃ'' میں لکھتے ہیں:

''دریں سہ موضع برداشتن دست ثابت شدہ نہ در غیر او، راز کثرت روات ایں معنی بتواترہ ماندہ است۔ چہار صد خبر و اثر دریں باب صحیح شدہ۔ و عشرہ مبشرہ روایت کردہ اند کہ لایزال عمل آنحضرت بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کرد غیر ازیں چیزے ثابت نشدہ''۔

(شرح سفر السعادۃ ص 64)

ترجمہ: ”ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے۔اس کے علاوہ میں نہیں،اور راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں چار سو صحیح حدیثیں مرفوع وموقوف ثابت ہیں۔ اس کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے۔اور رفع یدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں“۔

فن مبالغہ آرائی کا کمال دیکھئے کہ شیخ فیروز آبادی نے ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالیں۔

(1) ”ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے“۔حالانکہ پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جو صحیح بھی ہو اور سالم عن المعارضہ بھی ہو۔

(2) ”رفع یدین پر چار سو صحیح حدیثیں ہیں“۔ حالانکہ امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کو ان کی شرط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں، وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جاسکتا۔

(3) چار سو حدیثوں کے باوجود مسئلہ شیخ فیروز آبادیؒ کے نزدیک پھر بھی متواتر نہیں بلکہ ”متواتر کے مشابہ“ ہے، خدا جانے کہ ان کے نزدیک کسی مسئلہ کے متواتر ہونے کے لئے کتنے ”چار سو“ کی ضرورت ہوگی۔

(4) ”رفع یدین عشرہ مبشرہ کی روایت سے ثابت ہے“۔حالانکہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔اس کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے۔جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں۔ترک رفع یدین صحیح اسانید سے ثابت ہے۔افسوس ہے کہ شیخ فیروز آبادیؒ کی عشرہ مبشرہ سے مروی روایات کا سراغ امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کو نہ ملا ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں۔

(5) ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہتے دم تک رفع یدین کرتے رہے''۔ غالباً شیخ کے پیش نظر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کردہ وہ روایت ہے جس کو امام بیہقیؒ نے سنن میں ذکر کیا ہے۔

فمازالت تلک صلوته حتی لقی الله تعالیٰ (نصب الرایہ صفحہ 410ج1)

ترجمہ: ''پس ہمیشہ رہی آپ کی یہی نماز۔ یہاں تک کہ جا ملے اللہ تعالیٰ سے''۔

مگر یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے دو راوی کذاب ہیں۔ (حاشیہ نصب الرایہ)

چنانچہ عبدالرحمان بن قریش بن خزیمہ الہروی اور عصمۃ بن محمد انصاری کذاب تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے۔ (میزان الاعتدال)

عجیب بات یہ ہے کہ امام بیہقیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ایسے اکابر بھی نہ صرف اس روایت پر خاموشی سے گزر گئے بلکہ اس کو رفع یدین کے دلائل میں ذکر کر جاتے ہیں، اس سے ان حضرات کی اس مسئلہ میں بے بسی واضح ہے۔

(6) شیخ فیروز آبادیؒ فرماتے ہیں کہ ''ترک رفع یدین کی کوئی حدیث ثابت نہیں''۔ حالانکہ اکابر محدثین سے صحیح روایات اوپر نقل ہو چکی ہیں۔

رفع یدین کے مسئلہ میں بے جا غلو اور مبالغوں سے کام نہ لیا جائے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ روایات و آثار دونوں جانب مروی ہیں، امام شافعیؒ واحمدؒ اور ان کے متبعین تین مواضع میں رفع یدین کو راجح سمجھتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ...... جن کا زمانہ اول الذکر حضرات سے قدیم ہے...... ترک رفع یدین کو راجح سمجھتے ہیں۔ اور امت کا بیشتر تعامل اسی پر رہا ہے۔ چنانچہ صدر اول میں اسلام کے دو مرکزی شہروں مدینہ اور کوفہ میں ترک ہی پر عمل تھا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رفع یدین کا رواج ہوا۔ جن کا شمار صغار صحابہ میں ہے۔

ورنہ صحابہؓ و تابعینؒ کی اکثریت ترک رفع یدین پر عامل تھی۔ صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد آئمہ مجتہدین کا

زمانہ آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں احناف اور مالکیہ...... جوامت کا دوتہائی حصہ ہیں...... ترک رفع یدین ہی پر عامل چلے آتے ہیں۔اس لئے روایت ودرایت اور توارث وتعامل کے لحاظ سے ترک رفع یدین قوی اور راجح ہے۔واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص 148 حصہ دوم)

رکوع کرنا

(85) ارشاد رحمانی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا (الحج 77)

(ترجمہ) اے ایمان والو! رکوع کرو۔

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ نماز کی حقیقت اور روح اللہ تعالیٰ شانہ کی عظمت وکبریائی کا اظہار و اقرار اور اپنی بندگی وعاجزی کا اعتراف ہے۔سر اونچا رکھنا تکبر وبرتری کی علامت ہے،اس کے برعکس سر جھکانا تواضع وخاکساری کی نشانی ہے۔اس بندگی اور تذلل کا سب سے بڑا مظہر رکوع وسجدہ ہیں۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع وسجود کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

رکوع کی ہیئت و صورت

(86) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ ۝

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ اسے نیچے رکھتے لیکن اس کے درمیان رکھتے۔(مسلم ص 194 جلد اول، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 75)

یعنی رکوع میں سر پشت کے برابر رہے نہ اس سے اونچا ہو نہ نیچے۔

(87) حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَتَرَّيَدَيْهِ فَنَحَاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ ۝

(ترمذی ص35 جلد اول، ابوداؤد ص114 ج1 باب افتتاح الصلوٰۃ مشکوٰۃ ص76)

(ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پس اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے، گویا کہ ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تانت کی مانند بنایا پس دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھا۔

رکوع کی تسبیح

(88) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ ۝

(ترجمہ) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت فسبح باسم ربک العظیم (اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرو) نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسکو اپنے رکوع میں رکھو۔ یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم کہہ کر اسکی تعمیل کرو۔

(ترمذی، ابوداؤد ص133 ج1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص82

(89) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَ ذٰلِكَ اَدْنَاهُ ۝

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔

(ترمذی ص 35 ج 1، ابوداؤد ص 136 ج 1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 83)

فائدہ: رکوع وسجود میں تین بار تسبیح کہنا کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پانچ بار کہنا اوسط درجہ ہے۔ سات بار کہنا اعلیٰ درجہ ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص 315 ج 2)

رکوع اطمینان سے ادا کرنا

(90) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًاo

(بخاری ص 105 ج 1، مسلم ص 170 ج 1)

(ترجمہ) پھر اطمینان سے رکوع کیجئے۔

رکوع ناتمام کرنا بدترین چوری ھے

(91) حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَاُ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِىْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنَ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَاo

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اپنی نماز سے کیسے چوری کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، جو نماز کا رکوع وسجود پورا نہیں کرتا۔ وہ نماز کا چور ہے۔

(مسند امام احمد، مشکوٰۃ ص 83)

رکوع کے بعد تسمیع و تحمید کہنا

(92) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (بخاری ص109 ج1)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو فرماتے اللّٰھم ربنا و لک الحمدo

مقتدی صرف تحمید کہے

(93) امام اور منفرد تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر تسمیع و تحمید دونوں کہیں۔ لیکن مقتدی صرف تحمید کہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُo

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو۔

(بخاری ص109 جلد اول مسلم ص176 جلد اول مشکوٰۃ ص82)

سجدہ میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے

(94) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيه قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَ اَنهضَ رَفَعَ يَدَيه قَبْلَ رُكْبَتَيه○

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

(ابوداؤد ص 129 ج 1، وترمذی ص 36 جلد اول، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 84 وقال الترمذی ہذا الحدیث حسن وقال الحاکم صحیح علیٰ شرط مسلم وصححہ ابن حبان (مرقات شرح مشکوٰۃ ص 324 جلد دوم طبع ملتان باب السجود وفضلہ والسعایہ ص 193 جلد دوم)

تنبیہ

بعض مرفوع احادیث میں سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھنے کا ذکر ہے۔ محققین کے ہاں مذکورہ بالا حدیث کے قرینہ سے یہ حالت عذر پر محمول ہے۔

(معارف السنن شرح ترمذی ص 31 جلد 3)

سجدہ کی فرضیت

(95) ارشاد ربانی ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب (العلق 19)

(ترجمہ) اور سجدہ کیجئے اور (خدا کا) قرب حاصل کیجئے۔

سجدہ انتہائی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے

(96) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَب مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کو اپنے رب کا انتہائی قرب سجدہ کی حالت میں حاصل ہوتا ہے۔

(مسلم ص 191 جلد اول، مشکوۃ ص 84)

سجدہ کی ھیئت و آداب

(97) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ...... فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَیْنَ کَفَّیْہِ٥

(مسلم ص 173 جلد اول، مشکوۃ ص 75)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

(98) حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجد فرَّج بَیْنَ یَدَیْہِ حَتیٰ یَبْدُ وَ بَیَاضُ اِبطَیہِ٥

(بخاری و مسلم ص 194 جلد اول، مشکوۃ ص 83)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح کھول دیتے (پہلوؤں سے الگ رکھتے) یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔

(99) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ فَضَع کَفَّیْکَ وَارْفَعْ مِرفَقَیْکَ ٥

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ۔ اور اپنی کہنیاں اٹھا۔

(مسلم ص 194 جلد اول، مشکوۃ ص 83)

سات اعضاء پر سجدہ کرنا

(100) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اُمرتُ اَن اَسجُدَ علی سبعة اَعظُمٍ علی الجبهةِ والیدین و الرکبتین و اَطرافِ القدمین٥

(بخاری ص 112 جلد اوّل، مسلم ص 193 ج 1 مشکوٰۃ ص 83)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بات پر مامور ہوں کہ سات اعضاء پر سجدہ کروں۔ پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے اطراف پر یعنی سجدہ اسطرح کیا جائے کہ یہ سات اعضاء زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔

سجدہ کی تسبیح

(101) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بِن عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْهَا فِی سُجُوْدِکُمْ٥

(ترمذی، ابوداؤد ص 133 ج 1 ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 83)

(ترجمہ) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ (اپنے بلند پروردگار کی تسبیح کیجئے) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے سجدہ میں رکھو۔ یعنی سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر اس پر عمل کرو۔

(102) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِی سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ

الْاَعْلٰی ثَلاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُہ وَ ذٰلِکَ اَدْنَاہُ○

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے اور اپنے سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے تو اس کا سجدہ مکمل ہو گیا یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔

(ترمذی ص 35 ج 1، ابوداؤد ص 136 ج 1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 83)

رکوع و سجود و قومہ و جلسہ اطمینان سے ادا کرنا

(103) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعاً ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِماً ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِداً ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِساً ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِیْ صَلٰوتِکَ کُلِّھَا○

(بخاری ص 105 جلد اول، مسلم ص 170 جلد اول، مشکوٰۃ ص 75)

(ترجمہ) پھر اطمینان سے رکوع کیجئے پھر سر اٹھا دیئے یہاں تک کہ سیدھے برابر کھڑے ہوں پھر اطمینان سے سجدہ کیجئے، پھر سر اٹھائیے۔ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ پھر اپنی تمام نماز میں ایسا کیجئے۔

عورت کے سجدہ کی کیفیت

عورت کھل کر سجدہ نہ کرے، بلکہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا کر سجدہ کرے۔

(104) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا بِفَخِذَیْھَا کَاَسْتَرِ مَا یَکُوْنُ لَھَا○

(کنز العمال ص 117 ج 4، بیہقی، کامل ابن عدی)

(ترجمہ) عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ایسے طور پر چپکا لے کہ اس کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو۔

(105) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔

اِذَا سَجَدتِ الْمَرْاَۃُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا (کنز العمال)

(ترجمہ) کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی دونوں رانوں کو ملا لیا کرے۔

ان احادیث سے یہ اصول واضح ہوا کہ عورت کیلئے نماز کی وہ ہیئت مسنون ہے جو زیادہ سے زیادہ ستر اور پردہ پوشی کا موجب ہو۔ فقہاء اسلام نے اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر عورت اور مرد کی نماز کا باہمی فرق بیان کیا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ ص 92 جلد اول میں ہے:

وَالْمَرْاَہ تَنخُفِضُ فِیْ سُجُوْدِھَا وَتُلْزِقُ بَطْنَھَا بِفَخِذَیْھَا لِاَنَّ ذٰلِکَ اَسْتَرُلَھَاo

(ترجمہ) اور عورت اپنے سجدہ میں سمٹ جائے اور اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملا لے۔ کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہے۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق حدیث سے ثابت ہے

احقر کے استاد گرامی مناظرِ اسلام مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ مرد و عورت کی نماز کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا مذہب غیر مقلدین اور احناف کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لا مذہب غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن اور حدیث سے ہر گز ثابت

نہیں ہے بلکہ اجماع امت اور احادیث کے خلاف محض ابن حزم ظاہری کی تقلید پر مبنی ہے۔

شریعت مطہرہ میں بعض احکام مرد عورت میں مشترک ہونے کے باوجود بعض تفصیلات میں فرق ہوتا ہے مثلاً:

1۔حج مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے مگر عورت کے لئے زاد راہ کے علاوہ محرم کی شرط بھی ہے یا خاوند ساتھ ہو۔

2۔حج سے احرام کھول کر مرد سر منڈاتے ہیں۔مگر عورت سر نہیں منڈاتی۔

3۔حکم نکاح مرد عورت دونوں میں مشترک ہے مگر طلاق مرد کے ساتھ خاص ہے اس کا حق صرف مرد کو ہے اور عدت عورت کے ساتھ خاص ہے۔

4۔ایک مرد کو چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے مگر ایک عورت کو ایک سے زائد مرد سے نکاح کی اجازت نہیں۔

خود لامذہب غیر مقلدین بھی نماز کے بہت سے مسائل میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔مثلاً:

1-ان کی مسجد میں مرد تو امام اور خطیب ہیں لیکن کسی مسجد میں عورت نہ امام ہے نہ خطیب۔

2-ان کی مساجد میں موذن ہمیشہ مرد ہوتا ہے عورت کو کبھی موذن نہیں بناتے۔

3-نماز باجماعت کی اقامت ہمیشہ مرد کہتے ہیں، عورت سے اقامت نہیں کہلواتے۔

4-ہمیشہ اگلی صفوں میں مرد کھڑے ہوتے ہیں، عورتوں کو اگلی صفوں میں کھڑا نہیں کرتے۔

5-ان کے اکثر مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں مگر عورتیں نماز کے وقت دوپٹہ نہیں اتار پھینکتیں۔

6-ان کے مردوں کی اکثر کہنیاں اور نصف پنڈلیاں نماز میں ننگی رہتی ہیں لیکن ان کی عورتیں اس طرح نماز نہیں پڑھتیں۔

7- مرد اور عورت کے ستر عورت میں بھی فرق ہے۔

8- نماز جمعہ مرد پر فرض ہے عورت پر فرض نہیں۔ اسی طرح نماز پنجگانہ کا با جماعت ادا کرنا مردوں پر لازم ہے نہ کہ عورتوں پر۔

9- نماز میں کوئی بات پیش آئے تو مرد تسبیح کہے اور عورت ہاتھ سے کھٹکا کرے (ترمذی وغیرہ)

ظاہر ہے کہ ان سب مسائل میں سنتوں بلکہ فرائض تک کے مقابلہ میں عورت کے ستر اور پردہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے اسی لئے آئمہ اربعہ نے رکوع، سجود اور سجدے وغیرہ کی ہیئت میں بھی مرد اور عورت کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور اس میں اصل علت اسی ستر پوشی کو قرار دیا ہے۔

آئمہ حناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ اس کیلئے زیادہ ستر کا باعث ہے اور سجدہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔ یہ اس کے پردے کے زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں عورت کیلئے پسندیدہ یہی ہے کہ سمٹ کر سجدہ کرے کیونکہ یہ زیادہ باعث ستر ہے اور ساری نماز میں ستر کا اہتمام کرے۔

امام نوویؒ نے مجموع میں اسی طرح مذہب شافعی بیان کیا ہے۔

مالکیہ میں سے ابوزید قیروانی نے الرّسالہ میں صراحت فرمائی ہے کہ ابن زیاد کی روایت جو صحیح ہے یہی ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔

حنابلہ کی معتبر کتاب مغنی ابن قدامہ میں بھی اس فرق کی صراحت موجود ہے۔

محدثین میں سے ابن دقیق العید نے شرح عمدۃ الاحکام میں اور ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اسی کو بیان فرمایا ہے بلکہ غیر مقلدین میں سے امیر یمانی نے سبل السلام میں مولانا عبدالجبار غزنوی نے فتاویٰ غزنویہ میں اور مولوی علی محمد سعیدی نے فتاویٰ علمائے حدیث میں اسی

طرح لکھا ہے بلکہ مولوی عبدالحق ہاشمی مہاجر مکی غیر مقلد نے اس فرق پر پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام نصب العمود فی تحقیق مسئلہ تجا فی المرأۃ فی الرکوع و السجود و القعود.

مثال:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ مکھی پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے غوطہ دیکر نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے مجتہدین نے اجماعاً یہ علت تلاش کر لی کہ مکھی کی رگوں میں دم مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں۔ اس لئے جس جانور میں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم پایا جائے گا۔ چنانچہ مچھر جگنو، بھڑ، چیونٹی وغیرہ سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم ہو گیا کہ ان کے گرنے سے اجماعاً چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح کتاب وسنت اور اجماع سے مجتہدین نے اجماعاً یہ سمجھا کہ عورت کے پردہ کا اتنا اہتمام ہے کہ بعض اجماعی سنتیں مثلاً اذان، اقامت، امامت بلکہ بعض فرائض مثل جمعہ و جہاد ان سے ساقط کر دیئے گئے۔ پس نماز میں بھی اس کے ستر کا کامل خیال رکھا گیا۔

1۔عن وائل بن حجر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمراۃ ترفع یدیھا حذاء ثدییھا ○

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن حجر جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے۔ (کنزالعمال ج7 ص 307)

اسی پر عمل امت میں جاری رہا مرکز اسلام کوفہ میں امام حماد یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے۔

منبع اسلام مدینہ منورہ میں امام زہریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے اور ام درداء بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتیں۔ اسی طرح مجمع الاسلام مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء یہی فتویٰ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہاتھ اٹھانے میں عورت مرد کی طرح

نہیں ہے۔(ابن ابی شیبہ ج 1 ص 239)

اوراس خیر القرون میں کسی ایک فرد نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا کیونکہ لا مذہب اس زمانہ میں نہ تھے۔

2۔استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع اليدين علی الصدر۔

(السعایہ ج2 ص 156)

(ترجمہ)عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔

یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے اور اجماع امت کا مخالف بحکم قرآن وحدیث دوزخی ہے اور حدیث میں اجماع سے کٹنے والے کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین مرد بھی عورتوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ایک جگہ غیر مقلدین کا وجود نہیں تھا۔کوئی غیر مقلد وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔اس کا یہ نیا طریقہ دیکھ کر دو شخص آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ خدا نے اس کو مرد بنایا مگر یہ نماز عورتوں والی پڑھتا ہے۔دوسرے نے کہا اس نے نماز اپنی بے بے جی سے سیکھی ہوگی۔اس لئے ویسی ہی نماز پڑھتا ہے۔

3۔مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہئے اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہئے اور عورت کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا چاہئے،حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہئے۔(شامی ج 1 ص 339)

عورت کے لئے اس طرح ہاتھ رکھنا بھی اجماعی مسئلہ ہے۔اس میں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ باندھنے کی روایات مختلف ہیں کسی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ کسی میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا، کسی میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھا۔ فقہاء جو بفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کے معانی زیادہ سمجھتے ہیں انہوں نے ایسا طریقہ سمجھایا کہ تمام احادیث پر عمل ہوگیا۔ ہتھیلی ہتھیلی پر بھی آ گئی انگلی انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کو پکڑ بھی لیا اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں بازو پر بچھ بھی گئیں۔

4۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہئے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہئے بلکہ صرف اس قدر کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں پر پہنچ جائیں۔ (عالمگیری)

اس میں بھی ستر کا زیادہ اہتمام ہے اور اس کے خلاف بھی کسی سے منقول نہیں۔

5۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر۔ (عالمگیری)

کیونکہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

6۔ مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنی چاہئیں اور عورتوں کو ملی ہوئی۔ (عالمگیری)

7۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو ملا ہوا۔ (عالمگیری)

8۔ مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہئیں اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

9۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہئیں عورتوں کو نہیں۔

(عالمگیری)

عن ابن عمرؓ مرفوعاً اذا جلست المراۃ فی الصلوۃ وضعت فخذها علی فخذها الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها علی فخذها کاستر مایکون فان اللہ تعالیٰ ینظر الیها یقول یا ملائکتی و اشهد کم انی قد غفرت لها (بیہقی ج2ص223)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو دائیں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملالے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان یتجافوا فی سجودهم خوب کھل کر سجدہ کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے ان ینخفضن فی سجودهن کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کیا کریں۔ (بیہقی ج2ص223)

امام ابوداؤدؒ مراسیل میں روایت فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو فرمایا:

اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المراۃ فی ذلک لیست کالرجل۔ (ص5)

ترجمہ:۔ جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین سے ملادو بے شک عورت اس بارہ میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

آخری خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ:

اذا سجدت المراۃ فلتحتفز ولتضم فخذیها (ابن ابی شیبہ ج1ص270)

ترجمہ:۔ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملالے۔

جب عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

تجتمع و تحتفز (ابن ابی شیبہ ج 1 ص 270)

ترجمہ:۔ یعنی خوب اکٹھی ہوکر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

اسی طریق پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ کوفہ میں امام ابراہیم نخعیؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت مرد کی طرح کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مجاہد اور بصرہ میں امام حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج 1 ص 270)

دور صحابہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور آئمہ اربعہ میں بھی اس پر اجماع ہے۔

10- مردوں کو بیٹھنے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہئے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لینے چاہئیں۔ اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور دائیں پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔ (عالمگیری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کس طرح نماز پڑھتی تھیں؟ فرمایا کہ پہلے چوکڑی بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ خوب سمیٹ کر بیٹھا کریں۔ (جامع المسانید امام اعظم ج 1 ص 4)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ (بیہقی ج 2 ص 222)

پہلی روایات اور امت کا اجماع بھی اس کی تائید میں ہے۔

مولانا ابوداؤد غزنویؒ کے والد امام عبدالجبار غزنویؒ سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے جواب پہلے مراسیل ابوداؤد والی حدیث نقل کر کے لکھا: ''اسی پر تعامل اہلسنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا''۔ پھر چاروں مذاہب کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں۔ غرض کہ عورتوں کا انضمام وانخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کتب حدیث وتعامل اہل علم سے بےخبر ہے''۔ (فتاویٰ غزنوی ص 27، 28، فتاوی علمائے اہلحدیث ص 148، 149 ج 3)

الغرض احادیث مذکورہ اور اجماع امت اس پر نص ہیں کہ ان مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ ابن حزم اور اس کے مقلدین کے پاس کوئی نص ہرگز موجود نہیں۔ فقہاء نے اجماعاً ان احادیث سے عموم مراد نہیں لیا اور معانی حدیث میں فقہاء پر ہی اعتماد اصل دین ہے۔

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا:

اعتراض: حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں عید کی نماز میں مردوں کے ساتھ شریک ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے مت روکو۔ مگر فقہاء نے حدیث کے بالکل خلاف عورتوں کو مسجد میں آنا، جماعت یا جمعہ یا عید کیلئے مکروہ قرار دیدیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھلا مقابلہ ہے۔

جواب:۔ جس طرح اہل قرآن نامی فرقہ یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ احادیث قرآن کیخلاف ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں تبتل کا حکم ہے وتبتل الیہ تبتیلا (المزمل) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبتل سے منع فرمادیا ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن التبتل '' (ترمذی ج 1 ص 398) اور قرآن پاک میں مسافر وغیرہ کیلئے حکم ہے۔''وان تصوموا خیر

لکم '' کہ روزہ رکھنا بہتر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لیس من البر الصیام فی السفر '' سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔ یہ کھلم کھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ اختلاف ہے نہ مقابلہ۔ یہ صرف آپ کی کج فہمی ہے۔ یہی حال ان غیر مقلدین کا ہے۔ یہ حدیث اور فقہ میں مقابلہ ثابت کرنے کیلئے دھوکہ دیتے ہیں جس طرح اہل قرآن سے ہم کہتے ہیں کہ فہم قرآن میں جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منکرین حدیث اختلاف کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فہم قرآن پر اعتماد ہوگا نہ کہ منکرین حدیث کے فہم قرآن پر۔ اس طرح جب فقہاء اور غیر مقلدین کے درمیان فہم قرآن وحدیث میں اختلاف ہوگا تو بحکم اللہ تعالیٰ ''لیتفقھوا فی الدین '' اور بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''رب حامل فقه غیر فقه '' (الحدیث) اور بتحقیق محدثین ''الفقھاء اعلم بمعانی الحدیث '' (ترمذی) فہم فقہاء پر اعتماد ہوگا نہ کہ اہل غیر مقلدین کی کج فہمی پر اعتماد ہوگا۔ زیر بحث مسئلہ میں نہ تو فقہاء نے کبھی یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مساجد میں نہیں جاتی تھیں نہ آپ ؐ کے حکم سے انکار کیا البتہ فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کا بھی ہر حکم ایک درجہ میں ہوا۔ امر کا صیغہ بعض اوقات وجوب کیلئے آتا ہے جیسے ''اقیموا الصلوۃ '' کبھی استحباب کیلئے جیسے ''وکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر '' کبھی اباحت کیلئے جیسے ''واذا حللتم فاصطادوا '' (القرآن)

فقہاء کا کہنا ہے کہ مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم تاکیدی تھا لیکن عورت کیلئے یہ حکم نہ استحباب کیلئے تھا نہ تاکید کیلئے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں ان گھروں کو جلانے کا حکم دیتا جن کے مرد مسجد میں نہیں'' (مشکوٰۃ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اجازت ضرور دی مگر ساتھ ہی فرمایا:

1-عن ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیر مساجد النساء قعر بیوتھن (مستدرک حاکم ج 1 ص 209)

(ترجمہ) حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کیلئے ان کے نماز پڑھنے کی جگہوں میں سب سے بہتر جگہ ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

2- حضرت ام سلمہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا اندر کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔(طبرانی مجمع الزوائد ج 2 ص 34)

3- عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لا تمنعوا نساء کم المساجد و بیوتھن خیر لھن (مستدرک حاکم ج 1 ص 209)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو اور ان کیلئے ان کے گھر زیادہ بہتر ہیں۔

4- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق گندے خیالات اور وساوس ڈالتا ہے) اور عورت اپنے گھر کی سب سے زیادہ بند کوٹھڑی میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتی ہے۔(الترغیب والترہیب ج 1 ص 88 بحوالہ طبرانی)

5-اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔(مجمع الزوائد ج 2 ص 35)

6-ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک عورت آئی اور بڑے ناز سے زینت کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی عورتوں کو

منع کرو، زینت کا لباس پہن کر اور ناز کے ساتھ مسجد میں آنے سے۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں ہوئی۔ (یعنی اللہ کا غصہ ان پر نہیں اترا) یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے بناؤ کیا اور مسجدوں میں ناز کے ساتھ داخل ہونے لگیں۔ (ابن ماجہ مترجم ج 3 ص 276)

7۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ مسجد کو جا رہی ہے اور خوشبو لگائے ہوئے ہے انہوں نے کہا اے اللہ کی بندی تو کہاں جا رہی ہے؟ وہ بولی مسجد میں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا تو نے خوشبو لگائی ہے؟ وہ بولی ہاں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس عورت نے عطر لگایا اور مسجد میں گئی اس کی نماز قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے۔ (یعنی خوشبو کو دھو ڈالے اپنے بدن اور کپڑے سے۔ (ابن ماجہ ج 3 ص 276)

8۔ حضرت ام حمیدؓ (جو آپؐ کے صحابی ابو حمید الساعدیؓ کی بیوی ہیں) فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلے کی عورتوں کو ہمارے خاوند مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپؐ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کریں مگر ہمارے خاوند ہمیں اس سے منع کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا گھروں کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا (میرے ساتھ مسجد نبویؐ میں) باجماعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج 2 ص 34)

اس کے بعد ام حمید نے حکم دیا کہ میرے گھر کے تاریک کمرے میں میری نماز کی جگہ بنا دو اور وہ وصال تک وہیں نماز ادا فرماتی رہیں۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 34)

9۔ عن عائشۃؓ قالت لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث

النساء لمنعهن المسجد٥

(بخاری ج 1 ص 120، مسلم ج 1 ص 183، عبدالرزاق ج 3 ص 149)

(ترجمہ) ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس (آزادی) کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے ظاہر کی ہے تو آپ ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع فرما دیتے۔

10۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجدوں سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ۔ تمہارے گھر تمہارے لئے بہتر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 35)

11۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکالتے (عمدۃ القاری ج 3 ص 228) یہ سب صحابہ کی موجودگی میں ہوتا تھا۔

12۔ حضرت فاروق اعظمؓ جب مسجد میں نماز کیلئے تشریف لاتے تو آپؐ کی بیوی عاتکہؓ بھی پیچھے ہو لیتیں۔ حضرت عمرؓ بہت ہی غیور تھے وہ اس کے مسجد جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 33)

مندرجہ بالا احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قبیلہ بنی ساعد کے لوگوں نے اپنی بیویوں کو مسجد میں آنے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خاوندوں کو نہیں ڈانٹا بلکہ عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سختی سے مسجد میں آنے سے روکتے تھے کہ اب دور فتنے کا آ گیا ہے اور کسی صحابیؓ نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ان کو خالف حدیث کہا۔

اب غیر مقلدین جو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عورتیں مساجد میں آ کر جماعت جمعہ، عیدین میں شریک ہوں شاید یہ لوگ اپنے امام مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی اور

پرہیزگار سمجھتے ہیں اور اپنی مسجد کو مسجد نبوی سے زیادہ مقدس خیال کرتے ہیں اور اپنے آج کے زمانے کو خیر القرون دور نبوت اور دور صحابہؓ سے بہترین زمانہ خیال کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کو صحابیاتؓ اور تابعیاتؒ سے زیادہ عفیف اور پاک باز جانتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر جس کام کی حضرتؐ نے تاکید نہیں فرمائی، صحابہ کرامؓ نے شدید مخالفت کی آپ لوگ اس کو اتنا موکد کیوں سمجھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کو گالی گلوچ دینے تک کو جائز سمجھتے ہو اور مسلمانوں کی مساجد میں فتنہ ڈالتے ہو حالانکہ فتنہ ڈالنا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

بتایئے اس فحاشی اور عریانی کے دور میں اس بات کی گارنٹی غیر مقلدین ہی دے سکتے ہیں کہ عورتیں خوشبو، پاؤڈر اور بھڑکیلا لباس استعمال نہ کریں گی اور نگاہ نیچی رکھیں گی اور راستے میں فساق وفجار کی نگاہیں بھی نیچی رہیں گی۔

الغرض فقہاء نے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکا ہے۔ فتنے کا احساس جب خیر القرون میں ہی ہو گیا تھا تو اس دور میں فتنے کا انکار کون کرسکتا ہے اور کس آیت اور حدیث میں ہے کہ فتنہ کی حالت میں ہی عورتوں کو مسجد میں جانے کی تاکید ہے؟

(مجموعہ رسائل ص 303 جلد اوّل)

مخالفین سے سوال

ہم نے مرد وعورت کی نماز کی کیفیت میں فرق پر متعدد احادیث پیش کر دی ہیں، آپ زیادہ نہیں صرف اور صرف ایک آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مرد وعورت کی نماز ایک جیسی ہے اس میں کوئی فرق نہیں خصوصاً سجدہ کے بارے میں؟ انشاءاللہ آپ کبھی بھی پیش نہیں کرسکتے!

دو سجدوں کے درمیان بایاں پائوں بچھا کر بیٹھنا

(106) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز کے سلسلے میں فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرُشُ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنىٰ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

(مسلم ص194 ج1، مشکوٰۃ ص75)

(107) حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

وَيَثْنِىْ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا. (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ ص113 ج1)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں موڑتے اور اس پر بیٹھتے تھے۔

دوسرے سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا

(108) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ○

(ترجمہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

(ابوداؤد ص 129 جلد اول، ترمذی ص 36 جلد اول، نسائی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 84)

دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں

(109) حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَ لَمْ يَتَوَرَّكْ (ابوداؤد ص114 جلد اول)

(ترجمہ) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی، پس کھڑے ہوئے اور تورک نہیں کیا۔ یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھے نہیں۔

(110) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِماً.

(ترجمہ) پس آپؐ نے سجدہ کیا پھر تکبیر کہی پھر سیدھے کھڑے ہوئے۔

(مسند امام احمد ص 343 جلد 5 واسنادہ حسن)

(111) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ ساجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِىَ قَائِماًo

(بخاری ص 986 جلد دوم باب از احنث ناسیا فی الایمان)

(ترجمہ) پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھا کھڑے ہو جاؤ۔

(112) حضرت نعمان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَه مِنَ السَّجْدَةِ فِى اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَ الثَّالِثَةِ قَامَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ص 395 جلد 1 باسناد حسن)

(ترجمہ) میں نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو پایا کہ جب وہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی حالت میں کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

فائدہ: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل احادیث میں یہی منقول ہے کہ وہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید خدریؓ کی احادیث وآثار مصنف ابن ابی شیبۃ ص 394 جلد اول، نصب الرّایۃ ص 389 جلد اول، فتح القدیر ص 308 جلد اول میں ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے السعایۃ ص 211 جلد 2 پر علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

اِنَّ الصَّحَابَۃَ اَجۡمَعُوۡا علی ترکِ جَلۡسَۃِ الۡاِسۡتِرَاحَۃِ.

(ترجمہ) یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلسہ استراحت کے ترک پر متفق ہیں۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں جلسہ استراحت کا ذکر آیا ہے، مذکورہ بالا احادیث وشواہد کے قرینہ سے وہ حالت عذر (بڑھاپے وغیرہ) پر محمول ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے المغنی ص 568 ج 1 میں اور محدث ماردینی حنفیؒ نے الجوہر النقی ص 125 جلد 2 میں اور دیگر اکثر محققینؒ نے یہی توجیہہ کی ہے۔ بعض علماء نے اسے بیان جواز پر محمول کیا ہے۔ (مرقات ص 257 ج 2)

دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مانند ادا کی جائے

(113) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ایک رکعت کی مفصل کیفیت بیان کرنے کے بعد یہ الفاظ ہیں۔

ثُمَّ یَصۡنَعُ فِی الۡاُخۡرٰی مِثۡلَ ذٰلِکَ

(ابوداؤد ص 113 جلد اول، باب افتتاح الصلوٰۃ)

(ترجمہ) پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

دوسری رکعت میں ثناء اور تعوذ نہیں ہے

(114) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ٥

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لئے اٹھتے تو، الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع فرمادیتے تھے (اور ثناء وغیرہ کے لئے) خاموشی اختیار نہیں فرماتے تھے۔

(مسلم ص 219 ج 1، باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ، مشکوٰۃ ص 78)

دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا

(115) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ سُوْرَتَيْنِ٥

(ترجمہ) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

(بخاری ص 107 جلد اول، مسلم ص 185 جلد اول، مشکوٰۃ ص 79)

قعدہ کی ہیئت

قعدہ کی ہیئت وصورت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔

(116) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرفوع حدیث ہے۔

وَكَانَ يَقُوْلُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّة وَ كَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَ

يَنصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنیٰ ○

(مسلم ص194 ج1 مشکوٰۃ ص75)۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

اس حدیث کا اطلاق و عموم دونوں قعدوں کو شامل ہے کہ مطلقاً ہر قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا رکھا جائے اور بایاں پاؤں بچھایا جائے۔

(117) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِي لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنیٰ ○

(ترجمہ) پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کیلئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا دیا...... اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر دیا۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی ص38 جلد اول)

(118) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنیٰ وَ تَثْنِيَ الْيُسْرىٰ ○

(بخاری ص114 ج1، باب سنۃ الجلوس فی التشہد)

نماز کی سنت ہے دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔

(119) یہ حدیث نسائی ص173 جلد اوّل میں صحیح سند سے ان الفاظ سے مروی ہے

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنیٰ وَ الْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرىٰ ○

فائدہ: صحابی سنت کا لفظ بولے تو جمہور علماء کے ہاں اس سے مرفوع حدیث مراد ہوتی ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر ص96)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں تورک کا لفظ وارد ہے، تورک کی دو صورتیں معروف و مشہور ہیں۔

1۔دایاں پاؤں کھڑا رکھنا۔بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔

2۔دایاں اور بایاں دونوں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔

(معارف السنن ص95 جلد3)

تو یہ تورک حالت عذر (بیماری وغیرہ) پر محمول ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

(120) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ افتراش ہے۔(اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْیُمْنٰی وَ تُثْنِیَ الْیُسْرٰی)تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ تو تربع و تورک کرتے ہیں۔حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا۔

اِنَّ رِجلایَ لا تَحمِلانِیO

(ترجمہ) میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے۔

(بخاری ص114 ج1 ،موطا امام مالک ص72)

"یعنی میں معذور ہوں، پاؤں کے سہارے نہیں بیٹھ سکتا اس لئے تورک کرتا ہوں۔"

موطا امام مالک ص71 میں حضرت ابن عمرؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

اِنَّما اَفْعَلُ هٰذا مِنْ اَجْلِ اَنِّی اَشْتَکِیْ

(ترجمہ) میں بیمار ہوں اسلئے تورک کرتا ہوں۔

نماز میں عورت کے بیٹھنے کی مسنون صورت

عورت جب بھی نماز میں بیٹھے تو جمہور علماء (حنیفہ، مالکیہ، حنبلیہ) کے ہاں وہ تورک کرے۔

(121) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّه سُئِلَ كَيفَ كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ○

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا عورتیں تربع وتورک کرتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ومسند ابوحنیفہ)

تربع بھی تورک کی ایک صورت ہے۔ (اوجز المسالک ص258 ج1)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث نمبر 104 کنز العمال، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے، جس کے الفاظ ہیں: وَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَاسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا۔

جس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ عورت کیلئے نماز میں وہ ہیئت ونشست مسنون ہے جو زیادہ سے زیادہ ساتر اور پردہ پوش ہو"۔ فقہاء اسلام نے یہاں پر بھی اس اصول کو پیش نظر رکھ کر گفتگو کی ہے۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ ص93 جلد اول میں ہے۔

وَ اِنْ كَانَتْ اِمْرَاةٌ جَلَسَتْ عَلٰى اَلْيَتِهَا الْيُسْرٰى وَ اَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ لِاَنَّه اَسْتَرُ لَهَا

اگر عورت ہو تو اپنے بائیں سرین پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردہ کی چیز ہے۔

قعدہ میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے

(122) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى...... وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى٥

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر...... اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے۔

(مسلم ص216 جلد اول، مشکوٰۃ ص85)

(123) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى٥

(مسلم ص116 ج1)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے تھے۔

اس مضمون کی مرفوع حدیث حضرت عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ سے بھی مروی ہے۔

(ترمذی ص198 جلد 2، کتاب الدعوات)

بعض احادیث میں قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مذکور ہے۔ تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

تشہد کے الفاظ

(124) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جس اہتمام سے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے، اسی اہتمام سے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا:

وَ اِذَا قَعَدَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ o اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ o

کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں قعدہ کرے تو کہے التحیات للہ الخ (بخاری ص 115 ج 1، مسلم ص 173 ج 1 باب التشہد فی الصلوٰۃ)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض صحیح احادیث میں تشہد کے دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں اور وہ بھی جائز ہیں لیکن مذکورہ بالا الفاظ راجح ہیں کیونکہ باتفاق محدثین تشہد کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث ہے۔ اکثر صحابہؓ و تابعین کا اسی حدیث پر عمل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ باب ماجاء فی التشہد ص 38 جلد اول پر حضرت ابن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وَهُوَ اَصَحُّ حَدِیْثٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّشَهُّدِ وَ الْعَمَلُ عَلَیْہِ عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ o

تشہد کے بارے میں یہ سب سے زیادہ صحیح مرفوع حدیث ہے، صحابہؓ و تابعینؒ میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

علامہ نووی شافعیؒ شرح مسلم ص 173 جلد اول پر لکھتے ہیں۔

وَقَالَ اَبُوحَنِیفَۃَ وَاَحمَدُ وَ جُمھُورُ الفُقَھَاءِ وَاَھلُ الحِدیثِ تشھّدُ اِبنِ مَسعُودٍ اَفْضَلُ لِاَنّہ عند المُحَدِّثِینَ اَشَدُّ صِحَّۃً٥

(ترجمہ) امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء و محدثین کے ہاں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت والا تشہد افضل ہے اس لئے کہ یہ محدثین کے ہاں سب سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے السعایہ ص 225 جلد دوم، ص 226 جلد 2 پر مذکورہ بالا تشہد کی ترجیح کی پندرہ وجہیں لکھی ہیں۔

قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھا جائے

(125) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

عَلَّمَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَلتَّشَھُّد فِی اَوَّلِ الصَّلٰوۃِ وَ اٰخِرِھَا ثُمَّ اِن کَانَ فِی وسطِ الصَّلٰوۃِ نَھَضَ حِینَ یَفرُغُ مِن تَشَھُّدِہٖ وَ اِن کَانَ فِی اٰخِرِھَا دَعَا بَعدَ تَشَھُّدِہٖ بِمَاشاء اللّٰہُ اَن یَّدعُوَ ثُمَّ یُسَلِّمُ٥ (مسند امام احمد ص 459 ج 1)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی۔ نماز کے اول (وسط) میں اور اس کے آخر میں بھی...... پھر حضرت ابن مسعودؓ اگر نماز کے درمیان میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور اگر اس کے آخر میں ہوتے تو تشہد کے بعد جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتے آپ دعا کرتے پھر سلام پھیرتے۔

قعدہ میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا باتفاق آئمہ اربعہ رحمتہ اللہ علیہم سنت ہے، اور صحیح

احادیث سے ثابت ہے۔ اشارہ کی مختلف صورتیں احادیث سے ثابت ہیں اور سب جائز ہیں۔ علمائے احناف کے ہاں بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی بند کرے، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے، شہادت کی انگلی کو کھلا رکھے، لاالہ پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر گرادے۔ حلقہ کی یہ کیفیت قعدہ کے اختتام تک باقی رکھے۔

تنبیہ : نمازی جب زبان سے توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو اس کا دل توحید کے یقین سے لبریز ہونا چاہئے اور شہادت کی انگلی سے بھی توحید کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(126) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَ قَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَ حَلَّقَ وَ اَشَارَ بِالسَّبَابَةِ٥

(ترجمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کو بند کیا اور حلقہ بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔

(ابوداؤد ص 145 جلد اول، باب کیف الجلوس فی التشہد مسند دارمی، مشکوٰۃ ص 85)

مشکوٰۃ میں ثم رفع اصبعہ کے الفاظ ہیں یعنی پھر اپنی انگلی اٹھائی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا ص 108 میں اشارہ بالمسبحۃ کے ثبوت میں حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وَ بِصَنِيعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِى حَنِيْفَةَؒ٥

(ترجمہ) اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

امام محمدؒ نے اشارۃ کا مسئلہ "کتاب المسبحۃ" میں بھی لکھا ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے بھی اشارہ کا مسئلہ "الامالی" میں ذکر کیا ہے۔

(معارف السنن ص 98 جلد 3)

فائدہ: اشارہ بالمسبحہ کے ثبوت میں بارہ مرفوع حدیثیں مروی ہیں۔

1۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث مسلم ص216 ج1، نسائی ص173 ج1، ترمذی باب ماجاء فی الاشارۃ)

2۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حدیث مسلم ص216 ج 1، نسائی ص173 ج1 باب الاشارۃ بالاصبع فی التشہد، ابوداؤد ص149 ج1، مشکوٰۃ ص85 میں ہے۔

3۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث ابوداؤد ص145 ج1، نسائی ص173 ج1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص85 میں ہے۔

4۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ترمذی، نسائی میں ہے۔

5۔ حضرت سعدؓ کی حدیث نسائی میں ہے۔

6۔ حضرت نمیرؓ کی حدیث ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں ہے۔

7۔ حضرت ابوحمیدؓ کی حدیث ترمذی میں ہے۔

8۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث بیہقی میں ہے۔

9۔ حضرت معاذ کی حدیث طبرانی کبیر میں ہے۔

10۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیؓ کی حدیث مسند عبدالرزاق، طبرانی کبیر میں ہے۔

11۔ حضرت خفافؓ کی حدیث مسند احمد و بیہقی میں ہے۔

12۔ حضرت اسامہ بن الحارثؓ کی حدیث طبرانی میں ہے۔

علامہ عبدالحیؒ فرماتے ہیں:

وَالْاَخبارُ فِی الْاِشَارَةِ عَنِ النبیّ صَلَی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابِهٖ تَکَادُ اَنْ تَکُوْنَ متواترۃً۔ (السعایۃ ص216 جلد دوم)

(ترجمہ) اور اشارہ بالمسبحہ کے ثبوت میں احادیث و آثار حد تواتر کے قریب ہیں۔

DifaSahabah.com

محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر شرح ہدایہ ص 272 ج 1 پر انکار اشارہ کی تردید میں لکھتے ہیں۔

وَهو خلاف الدراية والرواية ٥

(ترجمہ) اشارہ کی نفی اور انکار کرنا درایت وروایت کے خلاف ہے۔

فقہ حنفی کی درج ذیل معتبر کتابوں میں اشارۃ بالمسبحۃ کے ثبوت کا ذکر ہے۔

فتاویٰ التاتارخانیہ، النوازل لابی اللیثؒ، الذخیرہ، الغنیۃ، الحلیۃ، فتح القدیر، بحر الرائق، نہر الفائق، الخانیہ، المجتبیٰ، الشامی، مواہب الرحمٰن، البرہان، المحیط، شروح مجمع البحرین، مراقی الفلاح، درر البحار، غرر الافکار، البدائع، الملتقط، معراج الدرایۃ، الظہیریہ، النہایۃ وغیر ذلک۔

(السعایۃ ص 218 جلد دوم وص 219، معارف السنن ص 100 جلد 3)

تنبیہ

بعض متاخرین حنفیہ نے ''اشارہ بالمسبحۃ'' کی نفی کی ہے اور یہ عذر کیا ہے کہ اشارہ کی کیفیت میں احادیث مضطرب ہیں، لیکن محققین احنافؒ نے اسے رد کر دیا ہے اور اس کے ثبوت میں مستقل رسالے لکھے ہیں۔ بہر حال صحیح مرفوع احادیث سے اشارہ ثابت ہے اور اس پر آئمہ اربعہ متفق ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ صاحبینؒ بھی اس کے قائل ہیں۔

رہ گیا اشارہ کی کیفیت میں وارد روایات کا اختلاف واضطراب تو اس کا حل یہ ہے کہ صحیح احادیث سے اشارہ کی ثابت کیفیتیں اور صورتیں سب جائز ہیں۔ اضطراب وہاں مضر اور عمل سے مانع ہوتا ہے جہاں تطبیق وترجیح وغیرہ ممکن نہ ہو لیکن یہاں پر تطبیق ممکن ہے کہ تمام صورتیں جائز ہیں اور مختلف کیفیات مختلف اوقات پر محمول ہیں۔ علامہ قاری حنفیؒ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ 328 جلد 2 پر اشارہ کی مختلف کیفیات لکھ کر امام رافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔

اَلاَخبارُ وَرَدَتْ بِھا جَمِیْعاً وَ کَاَنَّہ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ کَانَ یَصْنَعُ مَرَّۃً ھٰکَذَا وَمَرَّۃً ھٰکَذَا۔

(ترجمہ) یعنی اخبار واحادیث سے یہ سب صورتیں ثابت ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طرح عمل کرتے تھے اور کبھی اس طرح عمل کرتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے بعض مکتوبات میں احادیث کے اختلاف کی بنا پر اشارہ کی نفی فرمائی ہے لیکن آپؒ کے بعض صاحبزادوں اور آپ کے بعض خلفاءؒ نے اشارہ کے ثبوت میں مستقل رسالے تصنیف فرمائے ہیں اور پوری قوت سے اشارہ کو ثابت کیا ہے۔

اشارے کے ثبوت میں مستقل رسالے تصنیف کرنے والے آئمہ احناف میں شارح مشکوٰۃ علامہ قاری حنفیؒ، شامیؒ، کنز العمال کے مصنف شیخ علی متقیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے شیخ محمد صادقؒ اور آپ کے دوسرے صاحبزادے شیخ محمد سعیدؒ بھی ہیں۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شارح مشکوٰۃ، شیخ عبداللہ سندھیؒ اور محقق ابن الھمامؒ شارح ہدایہ اشارہ کے قائل حضرات میں پیش پیش ہیں۔ اپنے دور کے عظیم محدث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں لکھے گئے تقریباً تیس رسالے میری دریافت میں آ چکے ہیں۔

نوٹ: اس اہم مسئلہ کی تفصیل وتحقیق کے لئے مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کی السعایہ ص 215، ص 221 جلد 2 اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی معارف السنن شرح ترمذی ص 97 ج 3، تا ص 103 ج 3 ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے ہتھیلی کھلی رکھے، اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرے

(127) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَ قَبَضَ اَصَابِعَه كُلَّهَا وَ اَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ○ (ابوداؤد ص149 ج1، مسلم ص216 ج1)

(ترجمہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی تمام انگلیاں بند کرتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔

محقق ابن الہمامؒ فتح القدیر شرح ہدایہ ص 272 جلد اول میں فرماتے ہیں، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا ران پر رکھنا اور انگلیاں بند کرنا بیک وقت ناممکن ہے تو ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہتھیلی کو کھلا رکھے، پھر اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرلے۔

(128) حضرت عاصم بن کلیبؒ عن ابیہ عن جدہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَ قَبَضَ اَصَابِعَه وَبَسَطَ السَّبَّابَةَ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰى دِيْنِكَ○ (ترمذی کتاب الدعوات ص 168 جلد 2)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلیاں بند کردیں اور شہادت کی انگلی کھول دی اور آپؐ یہ دعا پڑھ رہے تھے: یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (اے دلوں کو پلٹنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت اور مضبوط رکھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ دعا تک انگلیوں کی بندش کی کیفیت کو برقرار رکھتے تھے۔

(السعایہ ص221 ج2)

اشارہ کے سوا انگلی کو کوئی اور حرکت نہ دیے

(129) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِه اِذَا دَعَا وَلاَ يُحَرِّكُهَا ٥

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے (تشہد پڑھتے) اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔

(ابوداؤد ص 149 ج 1، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ، نسائی)

محدث نوویؒ فرماتے ہیں۔

رواه ابو داود باسناد صَحِيْح (شرح المہذب ص 454 ج 3)

(ترجمہ) ابوداؤد نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(130) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهٗ فَرَاَيْتُهٗ يُحَرِّكُهَا ٥

(ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اٹھائی تو میں نے آپکو دیکھا کہ آپ انگلی ہلا رہے تھے۔ (نسائی ص 187 ج 1، دارمی، مشکوٰۃ ص 85)

فائدہ:۔ دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ تحریک سے اشارہ کی حرکت مراد ہے، کوئی دوسری حرکت مراد نہیں لہذا حرکت والی حدیث حرکت اشارہ پر محمول ہے اور نفی حرکت والی حدیث دوسری حرکت کی نفی پر محمول ہے۔ امام بیہقی نے یہی توجیہہ کی ہے۔ (بذل المجہود ص 127 جلد 2)

آخری قعدہ میں درود شریف

(131) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً ط (احزاب 56)

(ترجمہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو!

(132) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو درود شریف کے ان الفاظ کی تعلیم دی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

(بخاری ص 477 جلد اول کتاب الانبیاء ایضاً ص 140 جلد دوم باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مشکوۃ ص 52)

(ترجمہ) اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپکی آل پر رحمت نازل فرما جیسا کہ آپ نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ بیشک آپ تعریف کے مستحق اور بزرگ ہیں۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما، جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک آپ حمد کے لائق اور بزرگ ہیں۔

یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف سے مسلم ص 175 جلد اول، ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

فائدہ: احادیث میں درود شریف کے مختلف الفاظ منقول ہیں مذکورہ بالا الفاظ بخاری و مسلم کی روایات سے ثابت ہونے کی وجہ سے افضل ہیں۔ (زجاجۃ المصابیح ص 276 ج 1)

نماز میں درود شریف کے بعد دعا

(133) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْا بِہٖ فِیْ صَلٰوۃٍ قَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ط

(بخاری ص 115 ج 1، مسلم ص 347 ج 2، مشکوٰۃ ص 87 وسنن اربعہ)

(ترجمہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا تعلیم فرمایئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یوں کہو! اللھم انی اھ کہ اے اللہ میں نے اپنی ذات پر بہت ظلم کیا، صرف تو ہی گناہوں کو بخش سکتا ہے تو اپنی طرف سے اور محض اپنے فضل و کرم سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ بیشک تو ہی بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

فائدہ: احادیث میں متعدد دعائیں منقول ہیں، سب درست ہیں۔

نماز کے آخر میں دائیں بائیں منہ پھیر کر سلام کہنا

(134) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ کُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَ عَنْ یَسَارِہٖ

حَتّٰی اَریٰ بَیَاضَ خَدِّہٖ ○

(مسلم ص216 ج1، مشکوٰۃ ص87)۔

(ترجمہ) حضرت سعدؓ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتا تھا کہ آپ اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرتے، یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھتا۔

(135) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْمَنِ وَ عَنْ یَسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہٖ اِلْاَیْسَرِ ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی اور اپنی بائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی۔

(ابوداؤد ص150 ج1 باب فی السلام، نسائی، مشکوٰۃ ص88)

یہ حدیث معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ترمذی میں بھی ہے۔امام ترمذیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: حسن صحیح۔

یہ حدیث ابن ماجہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری ص124 جلد دوم شرح بخاری میں بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھے ہیں، جن سے نماز کے آخر میں دو سلاموں کی احادیث مروی ہیں۔آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

فَھٰؤُلَاءِ عِشْرُوْنَ صَحَابِیًّا رَوَوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُصَلِّیْ

يُسَلِّمُ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ تَسْلِيْمَتَيْنِ اه

(ترجمہ) پس یہ بیس صحابہؓ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نمازی اپنی نماز کے آخر میں دوسلام کہے (اور دونوں طرف سلام کے ساتھ منہ بھی پھیرے)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض مرفوع احادیث میں نماز کے آخر میں صرف ایک سلام کا ذکر آیا ہے۔ مذکورہ بالا متواتر المعنیٰ احادیث کے قرینہ سے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ایک سلام قدرے بلند آواز سے کہا جاتا تھا اور دوسرا معمولی آواز سے جبکہ دوسلام والی احادیث میں اصل واقعہ اور مسئلہ کا ذکر ہے اور ایک طرف سلام والی احادیث میں اختلاف کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

(معارف السنن ص 111 ج3)

نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

(136) كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو اپنے چہرہ مبارک کے ساتھ ہم پر متوجہ ہوتے۔

(بخاری ص 117 ج 1، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، مشکوٰۃ ص 87)

یہ حدیث مسلم، ترمذی، نسائی میں بھی ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص 352 ج2)

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

(137) حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَبَعْدَ الصَّلٰوتِ

الْمَکْتُوْبَاتِ○

(ترجمہ) عرض کیا گیا، یارسول اللہ! کون سی دعا زیادہ مقبول ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد

(ترمذی ص 188 ج 2 وقال حسن، مشکوٰۃ ص 109 باب التحریض علی قیام اللیل)

(138) حضرت اسود عامریؒ اپنے والد عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْحَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ دَعَا. (مصنف ابن ابی شیبہ)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو قبلہ سے منہ پھیرا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

اسود عامری ابوداؤد کے راویوں میں سے ہے محدث ابن حبانؒ نے ان کو ثقہ اور لائق اعتماد راویوں میں شمار کیا ہے۔ (معارف السنن ص 123 جلد 3)

نماز کے بعد دعا کی متعدد قوی حدیثیں مروی ہیں۔

مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث (ابوداؤد ص 220 ج 1، نسائی وصححہ ابن حبان والحاکم) حضرت ابوبکرۃؓ کی حدیث (نسائی ص 198 ج 1، وص 314، ترمذی، مسند امام احمد وصححہ الحاکم) حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث (ابوداؤد ص 218 ج 1) حضرت صہیبؓ کی حدیث (نسائی وصححہ ابن حبان)

(139) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

عن انس بن مالک رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال مامن عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوٰة ثم یقول اللهم الٰهی و اله ابراهیم و

اسحق و یعقوب و اله جبریل و میکائیل و اسرافیل علیهم السلام اسالک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقاً علی الله عزوجل ان لا یرد یدیه خائبتین.٥

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص46)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے: اللهم الٰهی و اله ابراهیم و اسحق و یعقوب و اله جبریل و میکائیل و اسرافیل علیهم السلام اسالک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حتما علی الله عزوجل ان لا یرد یدیه خائبتین تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

(140) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن یحیٰؒ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رأیت عبد الله بن الزبیر ورأی رجلا رافعاً یدیه یدعو قبل ان یفرغ میں صلوٰۃ فلما فرغ منها قال له ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلوٰۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ بحوالہ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰت المکتوبۃ محمد بن عبدالرحمٰن الزبیدی ص22)

رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص169 ج10)

(ترجمہ) محمد بن یحیٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا اس حال میں

کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپؓ نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیلئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو لیتے تھے۔

(141) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده بعد ما سلّم وهو مستقبل القبلة فقال اللّٰهم خلّص الوليد بن الوليد و عياش بن ربيعة و سلمة بن هشام وضعفة المسلمين الذين لايستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا من ايدى الكفار○

(تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن الکثیر ج 1 ص 522)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی، اے اللہ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں، انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما۔

فائدہ

مذکورہ بالا معتبر احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہ صرف ثابت ہے بلکہ خود رسول اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد اکثر ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے بلکہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کی صحابہ کرامؓ کو ترغیب بھی دیتے تھے چنانچہ خود صحابہ کرامؓ کا عمل بھی اس کیلئے شاہد عدل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہنا حدیث سے ناواقفیت اور تعصب وعناد کے سوا کچھ نہیں!

مخالفین سے سوال

(i) ہم نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی متعدد احادیث پیش کر دی ہیں، آپ زیادہ نہیں صرف ایک حدیث پیش کر دیں کہ رسول اکرم ﷺ نے نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہو یا کسی صحابی نے اس کو نا جائز یا بدعت کہا ہو؟

(ii) آپ غیر مقلد سلفی حضرات رکوع کے بعد دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھا کر مانگتے ہیں، یہ کس حدیث میں آیا ہے؟ کیا دعائے قنوت ہاتھ اٹھا کر مانگنا بدعت نہیں؟ صرف ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں کہ دعائے قنوت ہاتھ اٹھا کر مانگنا اور چہرے پر ہاتھ پھیر کر سجدے میں جانا سنت ہے! جو آپ کا جواب وہی ہمارا جواب!

ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے

(142) حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث ہے۔

سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُونِ اَكُفِكُم وَلَا تَسئَلُوهُ بِظُهُورِهَا فَاذَا فَرَغتُم فَامسَحُوا بِهَا وُجُوهَكُم٥

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو، ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ کرو، اور جب دعا کر چکو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیا کرو۔

(ابوداؤد ص 216 جلد اول، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ ص 198)

(143) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُم حَيِيٌ كَرِيمٌ يَستَحيِي مِن عَبدِه اِذَا رَفَعَ يَدَيهِ اَن يَرُدَّهُمَا صِفرًا٥

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب بہت باحیا ہے جب بندہ ہاتھ اٹھا کر

دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لٹا دے"۔

(ابوداؤد ص 216 جلد اول، ترمذی ص 195 ج 2، مشکوٰۃ ص 195)

(144) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَه‘ ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو اپنے چہرے پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہ رکھتے۔

(ترمذی ص 174 جلد دوم، مشکوٰۃ ص 195)

(145) امام زہریؒ کی مرسل روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ صَدْرِهِ فِي الدُّعَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَه ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے تک اٹھاتے تھے پھر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

(مسند عبدالرزاق ص 247 جلد دوم)

فائدہ: نماز کے بعد دعا کرنا بالاتفاق ثابت اور مستحب ہے، محدث نووی شافعیؒ شرح المہذب ص 488 جلد 3 پر لکھتے ہیں۔

قَدْ ذَكَرْنَا اِسْتِحْبَابَ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ عَقْبَ كُلِّ الصَّلَوٰتِ بِلَاخِلَافٍ ○

(ترجمہ) ہم نے امام اور مقتدی اور منفرد کے لئے دعا و ذکر کا استحباب ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق

تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے بعد دعاء کے ثبوت کے لئے صحیح بخاری ص 937 ج 2 میں مستقل باب قائم کیا ہے۔

"باب الدعاء بعد الصلوٰۃ" (نماز کے بعد دعا کا باب) اس کی شرح میں حافظ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس عنوان سے امام بخاریؒ کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو نماز کے بعد دعا کی مشروعیت کے قائل نہیں"۔

"وَ فِی ھٰذِہِ التَّرْجَمَۃِ رَدٌّ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ لَا یُشْرَعُ اھ (فتح الباری شرح بخاری ص 113 ج 11)

چند ابواب کے بعد امام بخاریؒ نے دوسرا عنوان قائم کیا ہے۔"بَابُ رَفْعِ الْاَیْدِیْ فِی الدُّعَاءِ" (دعا میں ہاتھ اٹھانا) اور اس میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے مذکورہ بالا دونوں ابواب کے تحت دعا بعد نماز کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور جمہور کے مسلک کی بھرپور تائید کی ہے۔

نماز کے بعد دعا کے ثبوت میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

حافظ ابن القیم حنبلی نے "زاد المعاد" میں جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے نماز کے بعد متصل دعا کا انکار کیا ہے۔ علامہ موصوف کے ہاں سلام کے بعد اوراد و اذکار مسنونہ ادا کئے جائیں ان کے بعد دعا کرنی درست ہے۔

حافظ ابن حجرؒ شارح بخاری نے احادیث کی روشنی میں حافظ ابن القیم کے موقف کی تردید کی ہے۔

(فتح الباری ص 113 جلد 11، و ص 119، 121 جلد 11)

غیر مقلدین سلفیوں کے رہنماء علامہ عبدالرحمان مبارک پوری بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ہمنوا

ہیں اور دعا بعد نماز کے قائل ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی 245،246 جلد 1)

بعض محققین فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کے ثبوت میں اور اسکے آداب وفضائل میں قولی احادیث تو کثرت سے ہیں اور اکثر ہاتھ اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا مذکورہ احادیث سے ثابت بھی ہے تو اس پر اعتراض وانکار درحقیقت احادیث کا انکار ہے جس کی سنگینی کا اندازہ ہر مسلمان کر سکتا ہے۔ باقی اگر اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوام عمل ثابت نہ ہو تو کیا مضائقہ ہے جبکہ ثبوت واستحباب کیلئے تو ایک حدیث یا ایک بار کا عمل بھی کافی ہے!

(معارف السنن ص 124 جلد 3، شرح ترمذی)

دعا کا طریقہ

پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، پھر درود شریف، اس کے بعد دعا ہو۔

(146) حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کا طریقہ ارشاد فرمایا

فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُه وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهُ٥

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق حمد کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

(ترمذی ص 186 ج 2، مشکوٰۃ ص 86)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ترمذی ص 186 ج 2)

اس مضمون کی حدیث ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں بھی ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص 345 ج 2)

دعا کے خاتمہ پر آمین

(147) حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قال ابوزهيرؓ اُخبركم عن ذلك (اني ان كان) قال بآمين فانّهُ اِن خَتم بآمين فقد اَوجب ..... الخ (ابوداؤد ص142 ج1)

(ترجمہ) ابوزہیر نمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص بہت الحاح وزاری سے دعا مانگ رہا تھا، اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اپنی دعا پر آمین کی مہر لگا دے تو اسکی دعا قبول ہو جائے گی..... الخ

(148) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الدُّعاءَ مَوقُوفٌ بَيْنَ السَّماءِ وَالاَرضِ لاَ يَصْعَدُ مِنهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ (ترمذی ص 64 ج 1 مشکوٰۃ ص 87)

(ترجمہ) بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان موقوف ومعلق رہتی ہے، اس کا کچھ حصہ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے۔
محققین محدثین فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع حکمی ہے۔ (مرقات ص348 ج2)

بعض علماء فرماتے ہیں، دعا کے اول وآخر دونوں طرف درود شریف پڑھا جائے اس میں دعا کی مقبولیت کی زیادہ توقع ہے۔

مخالفین سے سوال

مذکورہ بالا احادیث میں دعا کا طریقہ بتلایا گیا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور پھر چہرے پر ان ہاتھوں کو پھیر لینا دعا کے آداب وقبولیت میں شمار کیا گیا ہے۔ بعض سلفی غیر مقلد قسم کے لوگ چہرے

پر ہاتھ پھیرنے کو منع کیا کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں ہمارا سوال ہے کہ ہم نے تو چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی احادیث پیش کردی ہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا حکم بھی فرمایا ہے اور خود ایسا کیا بھی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر 142، 144، 145 سے واضح ہے۔ آپ صرف اور صرف یک صحیح حدیث پیش فرمائیں کہ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کی بجائے سیدھا نیچے چھوڑ دینے کا حکم دیا ہو یا خود ایسا کیا ہو؟

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین وصلّی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمدٍ وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّاحمین o

مختصر تعارف مؤلف

نام: مولانا مفتی منیر احمد اخون

ولدیت: حضرت مولانا مفتی نیاز محمد ختنی ثم بہاولنگری بانی وشیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر (پنجاب) پاکستان۔

ولادت: ۱۹۶۸ بہاولنگر ڈویژن بہاولپور۔

تعلیم: ☆ فاضل درس نظامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

☆ ترجمہ تفسیر القرآن الکریم امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم گوجرانوالہ

☆ تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ۔

☆ تحقیقی کورس جدید معیشت واقتصاد اور اسلام شیخ الاسلام جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

تدریس سابقا: ☆ جامعہ اشرفیہ نارتھ ناظم آباد کراچی ☆ جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی۔

☆ استاذ الحدیث جامعۃ الصالحات عزیز آباد کراچی۔

☆ مشرف تخصص فی الفقہ الاسلامی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پرانی نمائش کراچی۔ وجامعہ دار العلوم زکریا الخیر یا دستگیر ۱۴ کراچی۔

تصانیف: ☆ صحیح اور غلط عقیدے ० آپ کی پریشانیاں اور درود شریف میں ان کا حل ० فتاوی یوسفیہ ० تحفہ درود دعا ० حج وعمرہ کیسے کریں؟ ० تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت (اردو/انگریزی)

(بشکل رسائل) سنت توڑنا کسے کہتے ہیں ० انسان کا اصلی کمال ० امت کی پستی کا سبب ०

(زیر قلم) تفسیر منیر ० التعلیق الانور علی آثار السنن (عربی) ० آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ०

صحافت: ☆ ایڈیٹر انچیف ماہنامہ نیاز کراچی

☆ کالم نگار اخبار جہاں ''آپ کے خواب اور ان کی تعبیر''

☆ کالم نگار اردو ٹائمز نیویارک

''آپ کے مسائل اور ان کا شرعی و روحانی حل''

خطابت سابقاً: ☆ جامع مسجد طیبہ بلاک D نارتھ ناظم آباد کراچی۔

☆ جامع مسجد نور بلاک F نارتھ ناظم آباد کراچی۔

☆ مدینہ مسجد بلاک 10 فیڈرل بی ایریا کراچی۔

ذمہ داریاں: ☆ ڈائریکٹر مذہبی امور WMC ماؤنٹ ورنن نیویارک

☆ چیئرمین المنیر (ٹرسٹ) کراچی۔

☆ رئیس الجامعہ دارالعلوم زکریا الخیریہ دستگیر ۱۴ کراچی۔

☆ چیئرمین المنیر فاؤنڈیشن نیویارک (امریکہ)

☆ امام و خطیب اخون جامع مسجد نیویارک

☆ مہتمم دارالعلوم زکریا نیویارک

☆ رئیس دارالافتاء ختم نبوت نیویارک

فرزند نسبتی و

تعلق خاص: فقیہ العصر شہید اعظم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

بیعت و خلافت: شہید اعظم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

تجدید خلافت: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم

اصلاح و ارشاد: بمقام خانقاہ یوسفیہ چشتیہ اختریہ دستگیر نمبر ۱۵ کراچی۔

بمقام خانقاہ یوسفیہ چشتیہ اختریہ نیویارک (امریکہ)

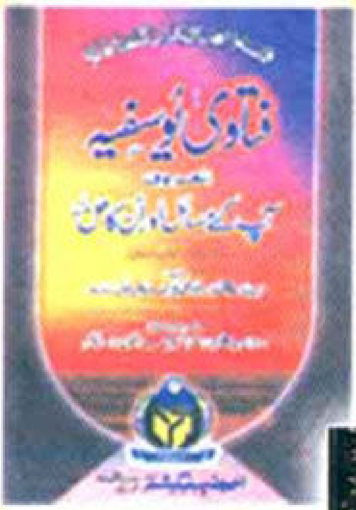

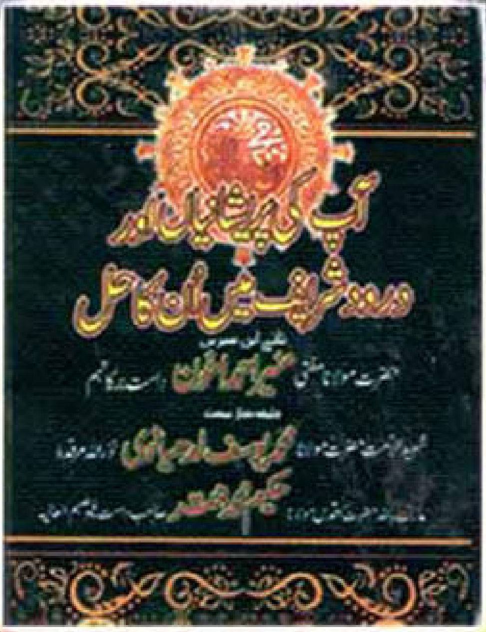

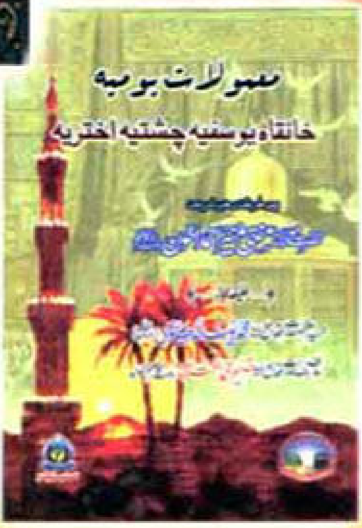

اخون پبلیکیشنز

63-64، دستگیر نمبر 15، کراچی۔

Printed by: Bilal Enterprises: 92-21-6688922